تجلیاتِ قطبِ مدینہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مؤلف : خلیل احمد رانا

جدید ترتیب و تحشیہ

سید محمد مبشر قادری

انجمن ضیاءِ طیبہ

تجلیاتِ قطبِ مدینہ
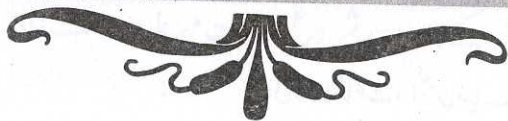
ضیائی سلسلہ اشاعت	:	91
نام کتاب	:	تجلیاتِ قطبِ مدینہ
مؤلف	:	خلیل احمد رانا
جدید ترتیب وتحشیہ	:	سید محمد مبشر قادری
صفحات	:	80 صفحات
تعداد اشاعت	:	1100
سن اشاعت	:	ذوالقعدہ ۱۴۳۴/ستمبر ۲۰۱۳ء
کمپوزنگ	:	محمد فرقان قادری
سرورق	:	محمد زبیر قادری
طباعت	:	دار الحجرۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع 0333-2878982, 0321-2578863
ہدیہ	:	
ناشر	:	ضیائی دار الاشاعت، انجمن ضیاءِ طیبہ

انجمن ضیاءِ طیبہ
B-1، بلاک 8-7، شادمان اپارٹمنٹ،
شبیر آباد سوسائٹی، KCHS، کراچی۔

Anjuman Zia-e-Taiba
B-1, Shadman Appartments
Block 7-8,, Shabirabad Society,
KCHS, Near Bloch Pull Karachi.

Ph: 92(21) 34320720, 34320721 Fax: 92(21)34893350
E-mail: info@ziaetaiba.com , Url: www.ziaetaiba.com

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(ترجمہ کنزالایمان)

فہرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

سخن ضیائے طیبہ

قومیں وہی زندہ وجاوید ہوتی ہیں جو ہمیشہ اپنے محسنین کو یاد رکھتی ہیں اور ان کے افکار و نظریات کا پرچار کرتی ہیں۔ اگر اسلام کے خدوخال کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی کئی صدیوں سے ہمارے سلف صالحین، محدثین و مفسرین اور قائد رہنما وغیرہم کے تذکروں کو اوراق میں سمیٹا جارہا ہے، جنھیں کبھی طبقات کے نام سے جانا جاتا ہے تو کبھی تذکرہ وتراجم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ طبقات، تذکرہ، تراجم، سیرت و سوانح یہ سب انسان کی ذات کو اچھے ڈھنگ سے پیش کرنے کے طریقے ہیں۔

تیسری صدی ہجری میں طبقاتِ صحابہ پر "طبقاتِ ابن سعد" کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ بعدہٗ یہ سلسلہ مختلف مؤرخین نے صدی بہ صدی جاری رکھا۔ جبکہ برصغیر پاک وہند میں آٹھویں صدی ہجری میں امیر خورد کرمانی (م ۷۷۰ھ) نے "سیر الاولیاء" مرتب کی اور اس طرح یہ سلسلہ پاک وہند

میں عروج پانے لگا اور خزینۃ الاصفیاء، حدائق الحنفیہ اور نزہۃ الخواطر وغیرہ جیسی کتب منصۂ شہود پر آنے لگیں، جن کے مطالعہ سے ہم اپنے "ہیروز" کے حالتِ زندگی پڑھتے پڑھتے گویا ان کی اصل زندگی کی سیر کر آتے ہیں۔ بہر حال بات طول پکڑ گئی۔

قارئین محترم! انجمن ضیاءِ طیبہ نے اسی روش کو برقرار رکھتے ہوئے پچھلے دس سالوں میں مختلف موقعوں پر اپنے اسلاف کی سیرت وسوانح سے عوام الناس کو متعارف کروایا ہے، جن میں اہلِ بیتِ اطہار، خلفائے راشدین، شہداء احد وبدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، سیرتِ غوث پاک وخواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے حالات وافکار شامل ہیں؛ جبکہ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری پر بھی رسائل کی اشاعت کا شرف حاصل کیا۔

قطبِ مدینہ شیخ ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ کے نام سے معنون یہ ادارہ انجمن ضیاءِ طیبہ عوامی و علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ سیّدی قطبِ مدینہ کے فیض کرم سے الحمدللہ اشاعتی شعبے میں نوّے (۹۰) کتب کی اشاعت کے علاوہ مدارس، دروس، ریسرچ لائبریری اور دارالافتاء وغیرہ کے شعبوں کے ذریعے بھی خدمتِ دینِ متین میں مشغول عمل ہے۔

معروف محقق محترم عبدالحق انصاری زید مجدہ نے قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال سے متعلق کتب کا تعارف کچھ اس طرح پیش کیا ہے:

"عربی میں اتمام الاعلام، جلد ۲ صفحہ ۸۴/ الاسوار المشرفة، صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۶۔ نیز/ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کا مضمون بعنوان

"ترجمة العارف بالله تعالیٰ الشیخ المعمر ضیاء الدین القادری" ان دنوں انٹرنیٹ پر ہے۔ جبکہ اُردو زبان میں "انوارِ قطبِ مدینہ"، علامہ خلیل احمد رانا، پہلی اشاعت ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء مرکزی مجلس رضا لاہور، صفحات ۴۸۰ / "قطبِ مدینہ"، علامہ خلیل احمد رانا، پہلی اشاعت ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء نعمان اکادمی جہانیاں منڈی خانیوال، صفحات ۴۸ / "قطبِ مدینہ"، حافظ محمد طاہر رضا، سالِ اشاعت درج نہیں، رضا اکیڈمی لاہور، صفحات ۹۶ / "قطبِ مدینہ" اور حضور مفتیِ اعظم، قاری امانت رسول رضوی، اشاعت ۱۹۹۸ء، کانپور، صفحات ۴۸ / "سیّدی ضیاء الدین احمد القادری"، مولانا حکیم محمد عارف ضیائی، پہلی اشاعت ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۶ء حزب القادریہ لاہور، دو جلد صفحات ۱۴۰۰ موجود ہیں"۔

اس کے علاوہ راقم کی تالیف "گلشنِ رضویہ کے دو پھول"، صفحات ۱۶، ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء طبع انجمن ضیاءِ طیبہ اور مولانا سیّد عبداللہ قادری کا قلمی مسوّدہ "قطبِ مدینہ اور حکیم موسیٰ امرتسری" موجود ہے۔

۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء میں مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے سیّدی قطبِ مدینہ کی سیرت و سوانح سے متعلق محترم مولانا خلیل احمد رانا صاحب زِیدَ عِلْمُہٗ کی نگارش "انوارِ قطبِ مدینہ" شائع کی۔ اب اس ضخیم و جامع کتاب سے قطبِ مدینہ کے حالات کو "تلخیص" کی صورت میں "تجلیاتِ قطبِ مدینہ" کے نام سے الگ شائع کیا جا رہا ہے، جو الحمدللہ انجمن ضیاءِ طیبہ کی ۹۱ویں اشاعت ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور جب بھی دست بستہ ہو کر دعا گو یا دعا جو ہوں تو وطن عزیز پاکستان کے استحکام،

اسلام بالخصوص اہلسنت کے عروج و دوام، با ادب و مقبول حاضری دربارِ خیر الانام ﷺ، عالم اسلام کے مظلوم مسلمان، خاتمہ بالایمان کے لیئے دعا فرمائیں اور ساتھ ہی انجمن ضیاءِ طیبہ کے جملہ رفقا و معاونین کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سیّد محمد مبشر

انجمن ضیاءِ طیبہ

❁❁❁

تجلیاتِ قطبِ مدینہ

- ولادت ۱۸۷۷ء / ۱۲۹۴ھ
- بیعت بعمر بیس سال ۱۸۹۶ء / ۱۳۱۴ھ
- خلافت از اعلیٰ حضرت ۱۸۹۷ء / ۱۳۱۵ھ
- مدینۂ طیبہ میں حاضری ۱۹۰۹ء / ۱۳۲۷ھ
- وصال ۱۹۸۱ء / ۱۴۰۱ھ

ولادتِ باسعادت:

قطبِ مدینہ ضیاء المشائخ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی قدس سرہٗ، کلاس والا، ضلع سیالکوٹ، پاکستان میں، ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں، شیخ عبد العظیم کے ہاں تولد ہوئے۔ "یاغفور" سے آپ کا سنِ پیدائش نکلتا ہے۔

نسب شریف:

سیّدی قطبِ مدینہ کا سلسلۂ نسب حضرت سیّدنا عبد الرحمٰن بن حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ گھرانے کے جدِ اعلیٰ شیخ قطب الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے، آپ کے اجداد میں حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ[1] بہت مشہور عالم گزرے ہیں۔

---

[1] علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ عہدِ اکبری میں، ۹۶۸ھ میں، پیدا ہوئے، آپ بڑے عالم فاضل فقیہ محدّث، مفسّر، خصوصاً علمِ معقولات میں طاق، یگانۂ آفاق، محسود علمائے معقول ہندوستان =

تعلیم:

ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری رحمۃ اللہ علیہ① بمقام سیالکوٹ حاصل کی، پھر بوجوہ گھر سے نکلنا پڑا اور لاہور آگئے، یہاں حضرت مولانا

= اور صاحبِ تصانیفِ عالیہ تھے۔ امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کو "مجددِ الفِ ثانی" کے لقب سے سب سے پہلے آپ ہی نے یاد کیا اور مجدد الف ثانی نے آپ کو "آفتابِ پنجاب" کا لقب دیا۔ آپ کی کتب عربی زبان میں ہیں، جو پاک و ہند کے علاوہ مصر، شام، ترکی اور بلادِ عرب میں بھی شائع ہوئی اور یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہیں، آپ کی علمِ منطق پر معرکۃ الآرا تصنیف جامعہ الازھر کے نصاب میں شامل ہے، تفسیر بیضاوی، کتاب المشہور، مطوّل، شریفیہ، شرح مطالع، شرح شمسیہ، شرح لہایۃ الحکمہ، قطبی، مراح الارواح، کافیہ اور خیالی وغیرہ پر حواشی مرقوم ہیں۔ ۱۸/ ربیع الاوّل ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء کو سیالکوٹ میں بعمر ۹۹ سال وصال ہوا۔

① حضرت علامہ محمد حسین نقشبندی پسروری بن میاں فضل دین رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷۰ء / ۱۲۸۷ھ میں پسرور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، آپ حضرت خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ متوفّٰی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۰ء چورہ شریف ضلع اٹک کے خلیفۂ اوّل☆ اور حضرت حافظ خواجہ فتح الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء جامع مسجد اعوانان رنگ پورہ سیالکوٹ والے کے مرید و خلیفہ تھے، آپ نہایت خوش اخلاق، شیریں زبان اور پر تاثیر مردِ خدا تھے، طبیعت میں انکساری اور رحم دلی کمال درجے کی تھی، قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ مولانا نور احمد پسروری (آپ کے بڑے بھائی اور استاد) پر علم کا غلبہ اور مولانا محمد حسین پسروری پر تصوّف کا غلبہ تھا۔ ۱۰/ ۱۱ شوّال ۱۳۷۰ھ / ۱۵ جولائی ۱۹۵۱ء بروز اتوار بوقت عصر ۸۰ برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔

☆ انوارِ قطبِ مدینہ ص ۱۵۰ پر مولانا محمد حسین پسروری کی بیعت خواجہ فقیر محمد تیراہی قدس سرہ کی جانب منسوب ہے جو غلط ہے آپ کا وصال مولانا محمد حسین پسروری کی ولادت سے ۵ سال قبل ہوا تھا۔ سیّدی ضیاء الدین جلد ۱ ص ۱۵ پر بھی آپ کو خواجہ نور محمد تیراہی سے خلیفہ اول ہونے کا لکھا گیا ہے، جبکہ یہ بھی غلط ہے۔

غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ① (خطیب بیگم شاہی مسجد) سے ڈیڑھ سال تک علوم اخذ کیے اور پھر لاہور سے دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں تقریباً ۴ سال قیام کے بعد آپ پیلی بھیت میں حضرت مولانا قبلہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ② سے حصولِ علمِ حدیث کے لیے حاضر ہوئے اور تقریباً ۴ سال حضرت محدث سورتی کی خدمت میں رہ کر تمام علومِ دینیہ کی تکمیل کی اور دورۂ حدیث کے بعد سندِ

---

① استاذ الاساتذہ، حضرت علامہ غلام قادر المعروف بہ غلام قادر ہاشمی ابن مولانا حیدر رحمہا اللہ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء میں بھیرہ، ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی سے حاصل کی، مولانا مفتی صدر الدین آزردہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور تکمیلِ علوم کے بعد لاہور تشریف لائے۔ چشتی سلسلے میں خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بیعت و خلافت پائی۔ آپ نے درجنوں کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں جن میں "اسلام کی گیارہ کتابیں" دینی تعلیم کا بہترین نصاب ہے۔ آپ ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۲۷ھ / ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو واصل بحق ہوئے۔ مزید حالات کے لیے "تذکرہ اکابر اہلسنت" علامہ عبدالحکیم شرف قادری ص ۳۲۶ تا ص ۳۳۰ ملاحظہ فرمائیں۔

② استاذ العلما حضرت شاہ وصی احمد محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء، راندیر ضلع سورت، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی مولانا محمد طیب سورتی سے حاصل کی۔ مدرسۂ حسین بخش دہلی میں علما و فضلا سے صرف و نحو، تفسیر و تراجم اور دیگر علوم حاصل کیے۔ ۱۲۷۹ھ میں مدرسۂ فیضِ عام، کانپور میں داخلہ لیا اور تمام علوم سے فراغت پائی۔ حکیم عبدالعزیز لکھنوی متوفّی ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء سے طب پر دسترس حاصل کی۔ دورانِ تعلیم حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّی ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء نے بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مولانا احمد علی سہارنپوری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ نے ۲۵ سے زائد کتبِ حدیث و فقہ کی شرح لکھی جن میں تعلیقات سنن نسائی، حاشیہ شرح معانی الآثار، التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی، حاشیہ میبذی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ۸ رجمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ / ۱۲ اپریل ۱۹۱۶ء کو وصال ہوا۔ مزید معلومات کے لیے "تذکرۂ محدث سورتی"، خواجہ رضی حیدر کا مطالعہ کریں۔

فراغت حاصل کی، محسنِ ملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی[1]
قدس سرہٗ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء نے اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی کی۔

دورانِ تعلیم پیلی بھیت میں آپ کے ہم سبق طلبا میں:

امیر ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ[2]
متوفّٰی ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء کے صاحبزادے مولانا سیّد خادم حسین محدث علی پوری[3]

---

① معروف محقق عبد الحق انصاری لکھتے ہیں:
اعلیٰ حضرت ہندوستان کے شہر بریلی میں ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو وہیں وفات پائی۔ فقیہ حنفی، مسند، نعت گو شاعر، قادری مرشد، کثیر التصانیف تھے۔ آپ کے پانچ اوصاف و خدمات قابل ذکر ہیں: پہلی: قرآنِ مجید کا اردو ترجمہ کیا جسے مقبولیت ملی اور کسی حکومت کی مالی معاونت و سرپرستی کے بغیر وسیع اشاعت ہوئی۔ دوسری: اپنے دور کی اسلامی دنیا میں عالی لاسناد شخصیت تھے۔ تیسری: اردو کی نعتیہ شاعری میں گراں قدر اور بے مثل اضافہ کیا۔ چوتھی: فقہِ حنفی کی مشہور کتاب در مختار کے محشی دمشق کے علامہ سیّد محمد امین بن عمر ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء) کے بعد آج تک کی اسلامی دنیا میں ان کے درجے کا کوئی فقیہ حنفی ہمارے علم میں نہیں۔ پانچویں: بارھویں صدی ہجری میں جنم لینے والی وہابی تحریک کے تعاقب میں فعال پوری اسلامی دنیا کی اہم و نمایاں شخصیت میں سے تھے۔
آپ کے حالات اردو و غیرہ زبانوں میں بآسانی دستیاب ہیں؛ علاوہ ازیں، فتاویٰ رضویہ ۳۳ ضخیم مجلّدات میں فقہِ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا بھی آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

② آپ کے حالات صفحہ ۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

③ مولانا سیّد خادم حسین علی پوری ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم علی پور سیالکوٹ میں حاصل کی، حافظ قاری شہاب الدین سے کلامِ مجید حفظ کیا، بعد میں تحصیل و تکمیل علم کے لیے کانپور پہنچے پھر محدث سورتی کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ حدیث کی سند حاصل کی، فراغتِ علم کے بعد درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنالیا، آپ نے نادر اور قیمتی کتب کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع کیا، آپ ریل کے ایک حادثہ میں زخمی ہو کر ۲۰/ محرم ۱۳۷۱ھ / ۲۲/ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری[1] صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور

مولانا فضل حق رحمانی[2] بھی شامل تھے۔[3]

قطبِ مدینہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں:

پیلی بھیت میں قیام کے دوران آپ ہر جمعرات کو مولانا وصی احمد محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمٰن اعظم گڑھی[4] کے ہمراہ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ رات اعلیٰ حضرت کے ہاں قیام ہوتا، دوسرے دن جمعۃ المبارک کی نماز ادا کر کے واپس پیلی بھیت آجاتے۔ ساڑھے تین برس یہ ہی معمول رہا اور اسی طرح آپ اعلیٰ حضرت کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اسی دوران سلسلۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

---

① پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری ۱۸۷۸ء / ۱۲۹۵ھ میں صوبۂ بہار کے دیہات میر داد میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم والدِ بزرگوار حکیم سیّد محمد عبداللہ سے حاصل کی، پھر علامہ فضلِ حق خیر آبادی کے شاگرد مولانا ہدایت اللہ جونپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم اسلامیہ، منطق و فلسفہ کی کتابیں مکمل کیں۔ مولانا جونپوری کے ایما پر دورۂ حدیث کے لیے حضرت محدث سورتی کے پاس پیلی بھیت پہنچے، دورۂ حدیث کی تکمیل پر جب بریلی حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ کی تصانیف میں "المبین" اور "النور" قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کا وصال یکم ربیع الاوّل ۱۳۵۸ھ / ۲۱/اپریل ۱۹۳۹ء کو ہوا۔

② حالاتِ زندگی میسر نہیں۔

③ تذکرہ محدث سورتی، ص ۲۶۸۔

④ حالاتِ زندگی میسر نہیں۔

۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے حضرت قطبِ مدینہ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی، اس وقت آپ کی عمر اکیس (۲۱) سال تھی۔ [1]

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ:

حضرت قطبِ مدینہ قدّس سرہ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بھی حضرت مولانا وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی، حضرت محدّث سورتی کو حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ [2] سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت محدّث سورتی کے ایک شاگرد مولانا قاری غلام محی الدین پیلی بھیتی [3] جو کہ ہلدوانی ضلع نینی تال (بھارت) میں درس و تدریس کے

---

[1] ماہنامہ عرفات، لاہور، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

[2] حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی ۲۱؍رمضان ۱۲۰۸ھ / ۲۳؍اپریل ۱۷۹۴ء کو سندیلہ میں پیدا ہوئے، مولانا نور الحق بن مولانا انوار الحق فرنگی محلی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر دہلی میں حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی اور حضرت شاہ اسحٰق محدّث دہلوی سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے بزرگ حضرت شاہ محمد آفاق کی خدمت میں سلوک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ تاحیات حدیث شریف کا درس دیا، ۲۲؍ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ میں ۱۰۵ برس کی عمر میں وصال ہوا۔

[3] آپ علامہ، مولانا، حافظ، قاری اور صوفی حکیم ہیں۔ آپ نے قطبِ دوراں حضور شاہ جی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرفِ تلمّذ پایا، دس سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کر کے مدرسۂ فرقانیہ لکھنؤ میں داخلہ لے کر قاری محمد نذر صاحب سے تلمذ حاصل کیا۔ حضرت محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان شروع کرائی اور اپنے داماد مولانا شفیع صاحب بیسلپوری سے متعلق فرمادیا۔ عربی، فارسی مولانا حبیب الرحمٰن حکیم لکھنؤ سے حاصل کی (مدرسۂ آستانہ شیریہ میں)۔ اس کے بعد مولانا حکیم محمد بشیر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی اور مدرسۂ عالیہ رامپور=

فرائض انجام دے رہے تھے، فرماتے ہیں کہ حضرت محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری اور پہلی مرتبہ اپنے تلامذہ میں سے صرف مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کیا، حضرت محدث سورتی فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات ایک مرید صادق بھی پیر کی شفاعت کا وسیلہ بن جاتا ہے۔(۱)

سفرِ بغداد و حجاز:

۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں تقریباً چوبیس سال کی عمر میں آپ اپنے شیخ طریقت امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو کر کراچی آئے اور کراچی میں مختصر قیام کے بعد بغداد زیارت کی غرض سے بصرہ (عراق) کے لیے روانہ ہوگئے، وہاں چار سال تک شدّت استغراق کے سبب آپ پر مجذوبی کیفیت طاری رہی، ایک کردستانی بزرگ جن کا اسم گرامی حضرت شیخ سید حسین الحسنی الکردی(۲) تھا، حضرت مدنی پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ جب انھوں نے

= سے سند حاصل کی۔ منظرِ اسلام بریلی شریف میں درجۂ حدیث میں حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ دستارِ فضیلت کے بعد حجۃ الاسلام سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ طریقت میں بیعت آپ کو سیدنا حافظ شاہ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ شاہ جی محمد شیر میاں سے حاصل ہوا۔ آپ کی ساری عمر دینِ متین کی خدمت و تعلیم و اشاعت دین میں گزری۔

(۱) روزنامہ حریت، کراچی، ۵ /اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

(۲) حضرت شیخ سیّد حسین الحسنی الکردی قدس سرہ بڑے متقی بزرگ تھے، آپ کردستان (عراق) کے الجرجا قلعہ کے رہنے والے تھے، آپ نے ۱۸۲ برس عمر پائی، آپ نے قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سلسلۂ معمرہ میں مجاز و ماذون فرمایا۔ آپ کا سلسلہ چار واسطوں سے سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت مدنی کے جذبہ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو بستی چرچہ قلعہ کردستان لے گئے، حمام لے جاکر حجامت بنوائی، غسل کرایا اور خصوصی توجہ سے نوازا۔

حضرت مدنی فرماتے ہیں کہ بس ایک گرہ تھی جو کھل گئی اور پھر اللہ کریم نے حال اچھا کر دیا۔ یہاں آپ نے حضرت سید حسین قدس سرہ کی خدمت میں تقریباً ڈیڑھ سال تک قیام کیا۔[1]

بغداد شریف میں آپ کی بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی، حضرت شیخ مصطفیٰ القادری[2] قدس سرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ (کلید بردار خانقاہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ) سے بھی ملاقات ہوئی اور ان بزرگوں سے سلسلۂ طریقت قادریہ میں اجازت بھی ہوئی۔ بغداد شریف میں نو برس کچھ ماہ قیام رہا۔[3]

۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ دوسرے حج پر تشریف لے گئے تو ان دنوں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

---

① انٹرویو، ۱۹۷۳ء، مخزونہ حکیم محمد موسیٰ امر تسری۔

② حضرت سیّد مصطفےٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف میں پیدا ہوئے، آپ حضرت سیّدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے کلیدار اور بغداد شریف کے جید علما و فضلا میں سے تھے۔ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی فضیلت کی بنا پر حضرہ جیلانیہ میں احناف کے امام کے عہدہ پر فائز تھے۔ ۱۳۱۹ھ / ۱۸۹۲ء میں وصال فرمایا۔ قطب مدینہ کے مشائخ میں آپ کا نام شامل ہے۔ جبکہ قطبِ مدینہ ۱۹۱۰ء کے بعد حجاز مقدس آئے اور آپ کا وصال ۱۸۹۲ء میں ہو چکا تھا۔ پھر قطبِ مدینہ کی ان سے ملاقات کہاں ہوئی اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ ماہنامہ عرفات، لاہور، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

بغداد شریف میں قیام پذیر تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "حسام الحرمین" علما کی تقاریظ کے لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بغداد شریف بھیجی تھی۔ (۱)

حضور قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہیں یہ اشتیاق ہوا کہ دیارِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جاؤں۔ آپ نے اس شوق کا اظہار حضرت سیّد حسین الحسنی قدّس سرّہٗ کے سامنے کیا تو انہوں نے رختِ سفر تیار کر دیا، آپ نے ان سے اجازت حاصل کی اور حجازِ مقدّس روانہ ہوئے۔ (۲)

قطبِ مدینہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب میں بغداد شریف سے مدینۂ منورہ آنے لگا تو بغداد شریف کے ایک نیم مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! میرا ارادہ مدینۂ منورہ جانے کا ہے۔ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ لوگ نصیحت کے لیے کہتے ہیں، مگر نصیحت پر عمل نہیں کرتے، اس لیے نصیحت کرنے کا کیا فائدہ؟ میں نے عرض کیا کہ "ان شاء اللہ" میں عمل کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تم وہاں پہنچو تو مسجدِ نبوی شریف میں پہلی صف میں نماز نہ پڑھنا، دوسری بات یہ کہ اس مسجد میں خیرات نہ دینا اور تیسری بات یہ کہ اہلِ مدینہ سے زیادہ میل جول نہ رکھنا۔

---

(۱) ماہنامہ ترجمانِ اہلسنّت، کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۵ء۔
یہ قلمی نسخہ مولانا احمد علی رامپوری کا کتابت کیا ہوا تھا اور اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدّس سرہٗ کی مہر تھی، مولانا احمد علی رامپوری حضور سیّدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ (انٹرویو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ٹیپ کیسٹ مملوکہ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور۔)

(۲) روزنامہ جنگ کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

پہلی صف کی فضیلت مجھے معلوم تھی اور وہ بزرگ پہلی صف میں نماز پڑھنے سے منع فرما رہے تھے، اس لیے عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت ہو تو پوچھوں کہ پہلی صف میں نماز نہ پڑھنے کے حکم میں کیا مصلحت ہے؟

فرمانے لگے کہ پہلے تو لوگ نصیحت کو کہتے ہیں کہ نصیحت کرو پھر اس کی وضاحت طلب کرتے ہیں، پھر خود ہی فرمانے لگے کہ پہلی صف پر جاہلوں کا قبضہ ہے، اس لیے تم ان میں نہ گھسو پھر مسجد میں خیرات کے لیے فرمایا کہ مسجد میں مانگنا اور دینا دونوں منع ہیں۔ اس دربارِ اقدس میں تو سب فقیر ہیں تم وہاں خیرات کر کے اپنی غنا کیا بتاؤ گے۔

تیسری بات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اہلِ مدینہ کی تکریم کا حکم دیا ہے؛ اگر تم ان سے گھل مل جاؤ گے تو ممکن ہے کہ بعض ایسی باتیں سامنے آجائیں جس سے اس تعظیم کو دھچکا لگے۔ اس لیے تم ان سے زیادہ ملو جلو نہیں۔ بس دور سے تعظیم و تکریم کا معاملہ رکھو۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محفل میں فرمایا کہ الحمد للہ میں نے ان تینوں نصیحتوں پر عمل کیا۔[1]

۱۳۲۷ھ / ۱۹۱۰ء میں آپ بغداد شریف سے براستہ دمشق (شام) بذریعہ ریل گاڑی مدینۂ منورہ پہنچے۔ اس وقت وہاں ترک حکومت تھی، ترکوں کے عہد میں اسلامی تہوار بڑے تزک و احتشام اور شان و شوکت سے منائے جاتے تھے، حکومت خود بڑی عقیدت مندی سے انتظام کرتی تھی۔ اذان کے بعد

---

[1] شکور بیگ مرزا، ضیائے مدینہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن (بھارت)، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰، ۲۱۔

صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا تھا۔ بڑے امن و سکون کی زندگی تھی، ترک حکومت بزرگوں کے آثار کو باقی رکھنے کی جدوجہد کرتی تھی، لیکن انگریزوں کی فریب کاری نے شریفِ مکہ کو ابھارا اور اس نے ترک حکومت کے خلاف بغاوت کر دی، انگریزوں کی مدد سے جنگ ہوئی۔ ترک حرمین شریفین میں خوں ریزی سے بچنا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے مزاحمت نہ کی، پھر بھی بہت سے مسلمانوں کا خون بہا۔[۱]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ترک یہاں کے دین دار لوگوں کو ان کی جانوں کی حفاظت کے لیے اپنے ساتھ لے گئے، اس طرح مجھے بھی یہاں سے جانا پڑا، پھر جب ۱۳۳۴ھ میں شریفِ مکہ محافظِ حرمین شریفین ہوا تو میں پھر مدینۂ منورہ حاضر ہو گیا۔[۲]

گیارہ بارہ سال تک شریف مکہ کی حکومت رہی، اس کے زمانے میں بھی امن اور چین رہا۔ وہ حرمین شریفین کی خدمت کو اپنا فرض تسلیم کرتا تھا، عقائد کے جھگڑے بھی اتنے کھڑے نہیں ہوئے تھے۔

قطبِ مدینہ کی اکابرین سے ملاقات و اجازت:

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں مدینۂ منورہ میں حاضر ہوئے اس وقت ایک بہت بڑے بزرگ عارف باللہ حضرت سیّدی شیخ احمد الشمس المالکی

---

(۱) ماہنامہ ترجمانِ اہلِ سنّت، کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۵ء۔

(۲) انٹرویو حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہ، (ٹیپ آڈیو شدہ ۱۹۷۳ء) مخزونہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور۔

القادری المراکشی[1] قدس سرہ العزیز مدینۂ منورہ میں موجود تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی صحبت میں کافی وقت گزارا۔[2]

ان کے علاوہ شبیہِ غوث الاعظم حضرت سیّد علی حسین اشرف میاں قدس سرہ سجادہ نشیں کچھوچھہ شریف[3] (ضلع فیض آباد، یوپی)، حضرت شیخ محمود المغربی قدس سرہ العزیز (مدینۂ منورہ) حضرت مولانا شیخ عبد الباقی فرنگی محلی قدس سرہ[4] (مدینۂ منورہ) حضرت سیّدی عبد الرحمٰن

---

① حضرت علامہ ابو العباس شیخ احمد الشمس المالکی الشنقیطی ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کو مراکش میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب قبیلہ اداوالحاج سے ملتا ہے جن کی نسبت الانصار سے ہے، آپ سیدی محمد مصطفےٰ ماء العینین قدس سرہٗ کے شاگرد و مرید اور خلیفہ و داماد تھے۔ ۱۲۷۹ میں ہجرت فرما کر مدینہ شریف آ گئے۔ قطبِ مدینہ نے آپ کی محبت میں کافی وقت گزارا، جمیع سلاسل کی خلافت و اجازت سے ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں نوازے گئے، آپ ہمیشہ خاموش رہتے۔ چند کھجوروں کے علاوہ کچھ نہ کھاتے، ایک بکری پالی ہوئی تھی اس کا دودھ پی لیتے۔ ۲۸/ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء میں وصال ہوا۔

② ماہنامہ ترجمانِ اہلِ سنّت، کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۵۔

③ علامہ شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا گل محمد خلیل آبادی نے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کرائی۔ علامہ امانت علی کچھوچھوی، علامہ سلامت علی گور کھپوری اور علامہ قلندر بخش کچھوچھوی سے فارسی عربی کی تحصیل کی۔ ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر اکبر حضرت شاہ اشرف حسین سے مرید ہو کر اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ ۱۲۹۳ھ میں پہلا حج کیا۔ ۱۲۹۷ھ میں مسند سجادہ نشینی پر فائز ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ کو طویل عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

④ علامہ شاہ محمد عبد الباقی بن مولانا علی ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ بھائی اور والدہ کی نگرانی میں تربیت پائی اور گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ چچازاد بھائی علامہ عبد الحئی لکھنوی سے صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں علامہ حفیظ اللہ نبدوی اور علامہ عبد الرزاق لکھنوی بن مولانا شاہ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ ۱۳۰۸ھ میں پہلا حج ادا کیا۔ ۱۳۲۲ھ میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء کو اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

سراج مکی(۱) مفتی حنفیہ قدس سرہ (مکۂ مکرمہ) حضرت شیخ احمد الشریف السنوسی طرابلسی(۲) قدس سرہٗ (لیبیا) سے طریقۂ سنوسیہ میں اجازت و خلافت،

---

(۱) آپ ۱۲۳۹ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے مشائخ کرام میں سے ہیں۔ قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۴ھ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے جبکہ ۱۳۱۴ھ میں ۷۵ برس کی عمر پاکر سیّدی عبدالرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہ کا مصر میں انتقال ہوا تو اس وقت قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیت میں حضرت مولانا وصی احمد محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خوشہ چینی فرمارہے تھے۔ قطبِ مدینہ کے مشائخ میں شیخ عبدالرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہ کا نام غلط لکھا گیا ہے، (سیّدی ضیاء الدین احمد، جلد اوّل، ص۷۶)۔

(۲) سیّد احمد بن محمد شریف بن محمد علی سنوسی ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں جغبوب میں پیدا ہوئے۔ آپ نے خانقاہ جغبوب میں ہی تعلیم پائی۔ اساتذہ میں نانا شیخ سیّد عمران بن برکہ، والد سیّد محمد شریف سنوسی، چچا سیّد محمد مہدی سنوسی اور شیخ احمد بن عبدالقادر ریفی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء سے اگلے دس برس تک چاڈ میں فرانسیسی افواج کے خلاف جہاد کیا۔ ۱۹۱۷ء کے بعد آپ واپس جغبوب پہنچے۔ ۱۹۱۸ء میں جغبوب سے ہجرت کر کے استنبول پہنچے، پھر کچھ عرصے بعد حجاز مقدس کی راہ لی جہاں درس و تدریس و عبادت میں مشغول رہے۔ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ نماز جنازہ کی امامت قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ آپ سے قطب مدینہ نے ۱۳۳۵ھ میں اجازت و خلافت پائی۔ پھر آخر تک ان سے روابط رہے۔

محترم عبدالحق انصاری لکھتے ہیں:

بقول بعض مولانا ضیاء الدین مدنی نے شیخ سید احمد شریف سنوسی کے استاذ و نانا شیخ سیّد عمران بن برکہ سے اجازت پائی۔ اور جیسا کہ گزر چکا انہوں نے ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء میں لیبیا میں تقریباً سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ تب مولانا مدنی کی عمر محض سترہ برس اور لاہور میں مولانا غلام قادر ہاشمی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء) کے ہاں زیر تعلیم تھے اور ابھی ہندوستان کے کسی استاذ و شیخ سے روایت کی اجازت نہیں ملی تھی۔ لہٰذا لیبیا میں موجود سیّد عمران سے براہ راست اخذ کرنے کا دعویٰ درست نہیں بلکہ بعد ازاں ان کے شاگرد و نواسہ شیخ سیّد احمد شریف سنوسی سے اخذ کیا۔

حضرت علامہ شیخ محمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ[1] حضرت علامہ شیخ محدّث بدرالدین حسنی شامی[2] رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد احمد الحریری[3] رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الدلائل حضرت علامہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، عاشقِ رسول

= دیگر نے نام "احمد عمران ابن برکہ" لکھا جو کاتب کی غلطی ہے۔ لیبیا کے مشاہیر اور سنوسی تحریک کے اکابرین بارے جو کتب کاتب سطور کے پیش نظر ہیں ان میں احمد نامی کسی شخصیت کا ذکر نہیں۔
مزید کہا گیا کہ مولانا ضیاء الدین مدنی نے سنوسی تحریک کے دوسرے رہنما و سجادہ نشین شیخ سیّد محمد مہدی سنوسی سے ۱۳۱۹ھ میں اسلامی علوم میں روایت کی اجازت و خلافت پائی جبکہ حق یہ ہے کہ مذکورہ برس وہ چاڈ میں تھے جہاں جہادی عمل عروج پر تھا اور اگلے برس وہیں شہادت پائی۔
دوسرے مقام پر ہے کہ مولانا ضیاء الدین مدنی نے شیخ سیّد احمد بن عبدالقادر ریفی سے بھی ۱۳۲۸ھ میں اجازت پائی جبکہ انہوں نے ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں لیبیا میں ہی بیاسی برس سے زائد عمر میں وفات پائی، تب مولانا مدنی کو مدینہ منورہ وارد ہوئے دو سال ہونے کو تھے۔ اور باہم ملاقات و مراسلت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا براہ راست اخذ کرنے کی بجائے ان کے جلیل القدر شاگرد شیخ احمد شریف سنوسی سے اخذ کیا۔ اور جیسا کہ گزر چکا، ان کے پوتا کا نام بھی احمد ریفی نیز عالم تھے۔ شیخ سیّد احمد عرف حمیدہ بن محمد بن احمد بن عبدالقادر ریفی نے ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء میں وفات پائی۔
مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں نامور محقق عبدالحق انصاری صاحب زید مجدہٗ کی رائے و تحقیق یہ ٹھہری کہ قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنوسی سلسلۂ روایت شیخ سیّد احمد شریف سنوسی کے توسط سے ان کے تین اساتذہ شیخ سیّد عمران بن برکہ، شیخ سیّد محمد مہدی سنوسی، شیخ سیّد احمد بن عبدالقادر ریفی سے متصل ہے، براہ راست نہیں ہے۔ (ماخوذ: قلمی مسودہ، "تذکرہ سنوسی مشائخ"، عبدالحق انصاری۔)

(1) حضرت قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کے لختِ جگر سیّدی فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شیخ محمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: حضرت سیّدی والد رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں یہ نام پہلی مرتبہ سُن رہا ہوں اور نہ ہی اس نام کے کسی شیخ سے میری معرفت ہے۔
(2) ضمیمہ ۱: آپ کے حالات صفحہ ۸۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔
(3) ضمیمہ ۲: آپ کے حالات صفحہ ۸۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ شیخ امین قطبی ① رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ نور سیف ② رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ علوی ③ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الصباغی ④ رحمۃ اللہ علیہ اور لبنان و فلسطین کے مشہور شیخ

---

① سیّدی قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت سے متعلق چند کتب میں علامہ سیّد امین کُتبی کا نام ملتا ہے، اوّلاً نام میں لفظ "کتبی" کو "قطبی" لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔ قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو "قطبِ مکہ" فرمایا کرتے تھے۔ ثانیاً آپ قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہیں، آپ کو قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ سے سندِ حدیث حاصل تھی اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کے مشائخ میں شیخ امین کُتبی کا نام بھی غلط درج کر دیا گیا ہے۔ (سیّدی ضیاء الدین احمد، جلد اوّل، ص ۷۷)۔

② آپ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں ایک علم و فضل والے گھرانے میں دبئی کے قصبہ الراس میں پیدا ہوئے، ۱۲ برس کی عمر میں والد کے ہمراہ مکہ مکرمہ ہجرت کر آئے۔ مدرسہ الفلاح میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد علامہ سیف بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ قطبِ مدینہ کے خلیفہ شیخ ابو بکر الاحساء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ قطبِ مدینہ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ بروز منگل یکم جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء میں مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ قطبِ مدینہ کے مشائخ میں آپ کا نام غلط درج کیا گیا ہے۔ (سیّدی ضیاء الدین احمد، جلد اوّل، ص ۷۷۔)

③ آپ ۱۳۲۸ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلقات تھے آپ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدِ اعظم علامہ حبیب الرحمٰن عباسی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں۔ شیخ محمد علوی عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فرزند ارجمند عالم اسلام کے عظیم مبلغ قطبِ مدینہ کے خلفا میں سے ہیں۔ آپ کا ۱۳۹۱ھ میں مکہ مکرمہ میں وصال ہوا۔ قطبِ مدینہ کے مشائخ میں آپ کا نام غلط درج کیا گیا ہے۔ (سیّدی ضیاء الدین احمد، جلد اوّل، ص ۷۸۔)

④ اس نام کے کسی بزرگ سے سیّدی قطبِ مدینہ کا رابطہ نہ تھا البتہ سیّدی احمد السباعی جو کہ حضرت شیخ عبد الرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ حج کے لیے حاضر ہوئے تو آپ سے سیّدی احمد السباعی رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد ملاقات ہوئیں اور قطبِ مدینہ آپ سے فیض یافتہ ہیں۔ (سیّدی ضیاء الدین احمد، جلد اوّل، ص ۷۸۔)

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ[1] سے علمی اور روحانی استفادہ کیا۔[2]

مناقبِ سیّد الشہدا رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدی مدنی قبلہ قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ شیخِ طریقت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ[3] (لالہ موسیٰ، گجرات پنجاب) سے فرمایا کہ جب میں

---

① حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء میں رجزم، فلسطین میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۱ھ میں محکمہ قضاء سے منسلک ہوئے۔ ۱۳۰۵ھ میں بیروت کے محکمہ الحقوق العلیا کے رئیس مقرر کیے گئے۔ ۱۳۱۰ھ میں سعادت حج سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کی مؤلفات میں سب سے پہلے ظاہر ہونے والی کتاب "الشرف المؤید لآل سیدنا محمد" ہے، پھر "ہمزیہ" جس کی وجہ سے آپ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ معمر محمد الد منہوری، شیخ ابراہیم برہان سقا، شیخ الشمس محمود حمزاوی دمشقی وغیرہم شامل ہیں۔ ۱۳۳۵ھ میں قطب مدینہ کو سند حدیث و جمیع طرق سلاسل کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔ آپ نے ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء میں وصال فرمایا۔

② انٹرویو، حضرت شیخ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ٹیپ) مخزونہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور روزنامہ نوائے وقت لاہور، مجریہ ۶/ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

③ مولانا غلام قادر اشرفی بن میاں باغ علی چشتی ۱۴/ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ / ۱۰/ مارچ ۱۹۰۶ء میں ریاست فرید کوٹ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں اسکول داخل ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں امتیازی حیثیت سے میٹرک کرنے کے بعد کالج میں داخلہ لیا، مگر طبیعت مائل نہ ہوئی، پھر مذہبی تعلیم شروع کی، مختلف اساتذہ سے پڑھنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۸ء تک مکنسر (ضلع فیروزپور) میں تدریس و خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ نواب شاہ ممدوٹ کی ہدایت پر سیاسی تحریکوں میں حصّہ لیا۔ شدھی تحریک کے خلاف اپنے استاد مولانا قطب الدین برہم چاری کے ساتھ بھرپور حصّہ لیا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے عملی طور پر سیاست میں حصّہ لیا۔ ۱۹۳۸ء میں لالہ موسیٰ (گجرات) کے ہائی اسکول میں مدرّس مقرر ہوئے، مسلم لیگ کی تمام تحریکوں میں حصّہ لیا، ۱۹۵۳ء میں اور ۱۹۷۴ء کی ختمِ نبوت کی تحریک =

شروع میں مدینۂ منورہ آیا تو ان دنوں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مجھے سات دن تک فاقہ رہا، یہاں تک کہ میرے پاس پانی خریدنے کے لیے بھی کوئی پیسہ نہ تھا، آخر فاقے کی شدّت سے نڈھال ہو گیا، ساتویں روز ایک پر ہیبت بزرگ آئے ان کے پاس تین مشکیزے تھے: ایک مشکیزے میں گھی، دوسرے میں شہد اور تیسرے میں آٹا تھا۔ انہوں نے سامان رکھا اور یہ کہہ کر بازار چلے گئے کہ میں کچھ مزید سامان لے آؤں، کچھ دیر بعد وہ چائے کا ڈبہ اور چینی وغیرہ لے کر واپس آئے اور کہا کہ یہ سب تمہارے لیے ہے، پکاؤ اور کھاؤ، یہ کہہ کر واپس چلے گئے، میں نے دل میں خیال کیا کہ ان بزرگ کو باہر دیکھوں اور کچھ تفصیل معلوم کروں۔ میں نے فوراً دروازے سے باہر آکر دیکھا تو وہ غائب تھے۔ مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی قدس سرّہٗ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کے خیال میں وہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا: میرے خیال میں وہ شاہِ دوجہاں حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا سیّد الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، کیوں کہ مدینۂ منورہ کی ولایت انہی کے سپرد ہے۔[1]

حضرت شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "جامع کراماتِ اولیا" (اردو، ص ۳۹۲، مطبوعۂ لاہور، ۱۹۸۲ء)

= میں بھرپور حصّہ لیا۔ ۲؍شوّال ۱۳۹۹ھ / ۲۶؍اگست ۱۹۷۹ء کو رات ڈیڑھ بجے لالہ موسیٰ گجرات، پاکستان میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "تعارف علمائے اہلِ سنّت" مرتبہ مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعۂ لاہور ۱۹۷۹ء۔ ہفت روزہ افق، کراچی، شمارہ ۲۷؍اگست تا ۹؍ستمبر ۱۹۷۹ء۔

① یادداشتِ حکیم محمد موسیٰ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ، (لاہور)۔

میں سیّد الشہدا حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی غریب نوازی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت سیّد جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "نتائج الارتحال والسفر فی اخبار اهل القرآن الحاوی عشر" میں حضرت شیخ احمد بن محمد دمیاطی المعروف ابن الغنی النبا (متوفّٰی مدینۂ منورہ، محرم الحرام ۱۱۱۶ھ) سے روایت کی کہ شیخ احمد نے فرمایا: میں نے ایک قحط زدہ سال میں مصر سے دو اونٹ خریدے اور اپنی والدہ کے ساتھ سفرِ حج اختیار کیا۔ حج سے فارغ ہو کر مدینۂ منورہ میں حاضری دی، دونوں اونٹ مدینۂ منورہ پہنچ کر مر گئے، ہمارے پاس رقم ختم ہو گئی، نہ ہم اونٹ خرید سکتے تھے اور نہ ہی کرائے پر سواری لینے کے قابل رہے تھے۔ میں تنگ دستی میں حضرت شیخ صفی الدین قشّاشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ساری کیفیت عرض کر دی، وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمانے لگے کہ آپ ابھی سیّدنا حمزہ عمّ مصطفیٰ رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور پر حاضری دیں؛ وہاں جتنا ہو سکے قرآن پڑھیں اور پھر اوّل تا آخر اپنا حال سنائیں۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور چاشت کے وقت آپ کے مزارِ اطہر پر حاضری دی؛ شیخ کے حکم کے مطابق قرآن پڑھا اور اپنا حال عرض کیا۔ ظہر سے پہلے واپس ہوا، بابِ رحمت میں طہارت خانے میں وضو کر کے مسجدِ نبوی شریف میں داخل ہوا تو والدۂ محترمہ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگیں ابھی تمہیں ایک آدمی پوچھ رہا تھا، میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے؟ فرمایا حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھلی طرف گئے ہیں، میں ادھر چلا گیا۔ یک لخت ایک پُر ہیبت شخصیت اور سفید داڑھی والے بزرگ سامنے آئے اور مجھے فرمانے لگے شیخ احمد مرحبا! میں نے ان

کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، مجھے فرمانے لگے آپ مصر چلے جائیں، میں نے عرض کیا: آقا! کس طرح جاؤں، فرمانے لگے میں کسی آدمی سے آپ کے کرائے کی بات کرتا ہوں، پھر آپ مجھے ساتھ لے کر مدینۂ طیبہ میں مصری حاجیوں کے خیموں میں گئے۔ آپ نے ایک خیمے میں داخل ہو کر اس کے مالک کو سلام کیا، تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بہت تعظیم کی، آپ نے اسے فرمایا کہ شیخ احمد اور ان کی والدہ کو مصر لے جاؤ، آپ نے اسے کرایہ ادا کر دیا اور مجھے فرمانے لگے کہ شیخ احمد! تم اپنی والدہ اور سامان کو یہاں لے آؤ؛ میں تھوڑی دیر میں اپنی والدہ کے ساتھ سامان لے کر واپس خیمے میں آ گیا۔ آپ نے اونٹ والے کو راستے میں میرے ساتھ اچھائی سے پیش آنے کی وصیت کی اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم مسجدِ نبوی شریف کے قریب پہنچے تو فرمانے لگے کہ تم اندر چلے جاؤ؛ میں مسجد شریف میں داخل ہو کر آپ کا انتظار کرنے لگا انتظار کرتے کرتے نماز کا وقت ہو گیا، لیکن آپ نظر نہ آئے؛ میں نے بہت تلاش کیا، مگر آپ نہ ملے۔ میں واپس اس مصری اونٹ والے کے پاس آیا اور اس سے آپ کے متعلق اور آپ کی جگہ کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے آج سے پہلے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ آخر، حضرت شیخ صفی الدین قَشَّاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات بتائی۔ آپ فرمانے لگے کہ وہ حضرت سیّدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی روحِ پاک تھی، جو جسمانی شکل میں سامنے آئی تھی۔ [1]

---

(1) علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی: جامع کراماتِ اولیا (اردو)، ص: ۳۹۲، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۲ء۔

مرزا شکور بیگ حیدرآبادی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ مدینۂ منورہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی مشکل پیش کرتے ہیں اور ان سے عرض کرتے ہیں کہ اپنے چہیتے بھتیجے حضور نبیِّ کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش فرمائیں کہ وہ اپنی دعا سے یہ مشکل حل فرمائیں؛ چنانچہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خانگی واقعہ بیان فرمایا کہ میری ایک عزیزہ کی اراضی اور باؤلی (کنواں) تھی، جس پر غیر مجاز اشخاص نے قبضہ کرلیا تھا۔ قاضیِ مدینہ کے پاس دعویٰ پیش کیا گیا۔ ان کی جواب دہی ہوئی کہ جس خاتون کے ذریعے سے مدعیہ اپنے آپ کو مالک بتاتی ہے، وہ مطلّقہ نہ تھی اور ان کی طرف سے ایک جھوٹا تحریری طلاق نامہ بھی پیش کردیا گیا جس پر دو گواہوں کے دستخط ثبت تھے۔ اس جھوٹے طلاق نامے کی تردید ہمیں پیش کرنی تھی، سب کو فکر تھی کہ اس کی تردید کیسے کی جائے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کے لیے مدینۂ منورہ سے پیدل چل دیا۔ مزارِ مبارک کے ذرا قریب مجھے ایک شخص ملا، اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے شیخ! میرے ہاں چل کر چائے پی لیجیے، میں نے اس سے کہا کہ اب تو میں حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کے لیے جارہا ہوں اس لیے آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ اس نے کہا خیر واپسی پر تشریف لے آئیے! میں نے کہا کہ مجھے آپ کے گھر کا پتا معلوم نہیں، اس شخص نے کہا کہ آپ کی واپسی تک میں یہیں ٹھہرا رہوں گا۔ چنانچہ جب میں مزارِ مبارک کی حاضری سے فارغ ہوکر واپس آیا تو وہ شخص میرے انتظار میں کھڑا تھا، میں اس کے ساتھ چل دیا، جب

اس کے گھر پہنچا تو وہ مجھے ایک جگہ بٹھا کر ایک کمرے میں داخل ہوا اور ایک چھوٹی سی ٹوکری وہاں سے اٹھا کر لے آیا، جس میں بہت سے کاغذات بھرے ہوئے تھے۔ اس شخص نے وہ کاغذات میرے سامنے انڈیل دیے اور کہا کہ حضرت! جب تک میں چائے تیار کروں آپ ان کاغذات پر ایک نظر ڈال لیجیے، یہ میرے والد کے زمانے کے کاغذات ہیں، مجھے پڑھنا نہیں آتا؛ اگر کوئی کام کا کاغذ ہو تو رکھ لوں گا ورنہ سب جلادوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں اتنی دیر انہیں دیکھتا ہوں، میں نے سب سے پہلے جس کاغذ کو دیکھنے کے لئے اٹھایا وہ دو گواہوں کے بیانات کی باضابطہ نقل تھی جو انہوں نے قاضی کی عدالت میں دیے تھے اور یہی وہ گواہ تھے جن کے دستخط اس طلاق نامے پر تھے اور یہ بیانات اس طلاق نامے کے بعد کی تاریخ پر دیے گئے تھے اور ان بیانات میں اس خاتون کو زوجہ تسلیم کیا گیا تھا؛ بہر حال، ان بیانات کی وجہ سے وہ طلاق نامہ جھوٹا ثابت ہوا اور ہمیں کامیابی نصیب ہوئی۔ [1]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ماہِ رمضان المبارک میں حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دیتے اور ایک روزہ وہاں افطار کرتے۔ [2]

---

(1) شکور بیگ مرزا: ضیائے مدینہ، مطبوعہ حیدر آباد (دکن بھارت)، ۱۹۸۲ء ص ۱۷، ۱۸۔

(2) مکتوب محمد حنیف قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، لاہور، محررہ ۱۲/ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

نوٹ: حضرت سیدنا حمزہ کے توسل سے اپنی کسی مشکل کے لیے دعا کرنے کا واقعہ مولوی حسین احمد دیوبندی کی روایت سے روزنامہ الجمعیہ دہلی، شیخ الاسلام نمبر، خصوصی شمارہ، ۲۵ رجب ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۱۵۹ پر بھی درج ہے۔ (خلیل احمد)

مدینۂ منورہ کے حالات:

جناب شکور بیگ مرزا لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! جب آپ مدینۂ منورہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں کی کیا حالت تھی؟ فرمایا مرزا صاحب میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں آپ خود اس سے اندازہ کرلیں گے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میرے ایک دوست یہاں آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے نذر مانی تھی کہ مدینۂ منورہ کی حاضری نصیب ہوئی تو وہاں کے غربا میں کپڑا تقسیم کروں گا۔ اب آپ مجھے کسی دکان سے لٹھے کے چالیس تھان دلا دیجیے تاکہ تقسیم کرسکوں۔ میں انہیں ساتھ لے کر اپنے ایک دوست عبد الرحمٰن مدنی کی دکان پر گیا اور ان سے کہا کہ بھائی انہیں لٹھے کے چالیس تھان درکار ہیں، یہ سن کر وہ دکاندار دوست مجھے ذرا علیحدہ لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ جتنا کپڑا چاہتے ہیں میرے ہاں موجود ہے، مگر صبح سے میں نے بفضلِ خدا ہزار بارہ سو کما لیے ہیں، لیکن میرے مقابل کی دکان والے صاحب کے ہاں آج بکری نہیں ہوئی، اس لیے یہ کپڑا آپ ان کے ہاں سے دلا دیجیے تاکہ ان کی کچھ بکری ہو جائے، وہ بھی بال بچوں والے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سنا کر فرمانے لگے کہ اس وقت ایسے قناعت پسند، ہمدرد اور اچھے لوگ تھے، مگر آج یہ عالم ہے کہ باپ کے گاہک کو بیٹا چھینتا ہے اور بیٹے کے گاہک پر باپ لپکتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے پوچھا حضرت! جو لوگ آپ کے ابتدائی زمانے میں حج کے لیے آتے تھے ان کا کیا حال تھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وقت جو

بھی حج کے لیے حاضر ہوتا تھا اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ مجھے تکلیف پہنچ جائے، مگر میرے ساتھ والے کو کوئی تکلیف نہ ہو؛ اس لیے ہر جگہ آسانی رہتی تھی، مگر آج کل تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میرے آرام میں خلل نہ ہو۔[1]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شروع شروع میں بڑی سختی ہوئی۔ میرے خلاف پہرے لگ گئے، مجھے بدعتی اور مشرک مشہور کیا گیا، مجھ سے مناظرے کے لیے لوگوں کو بھیجا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ "وسیلہ" پر مناظرہ کرنے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ اللہ تک رسائی کے لیے غیر اللہ کے وسیلے کے قائل ہیں؟ میں نے کہا وسیلہ تلاش کرنے کا حکم قرآن میں ہے۔ انہوں نے کہا اس وسیلے سے مراد نماز اور نیک کام ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ صلوٰۃ (نماز) اللہ ہے یا غیر اللہ؟ اس پر سب ساکت ہو گئے، جواب نہ بن پڑا اور واپس چلے گئے۔ اسی طرح متعدد مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے آتے رہے، مجھ سے لوگوں کا ملنا جلنا بند کرتے رہے۔[2]

ایک مرتبہ مدینۂ طیبہ کے امیر، ابنِ ابراہیم نے آپ کو طلب کیا، وہ بہت سخت مزاج مشہور تھا۔ اس نے بڑے غیض و غضب کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی، جسے وہ لہرا لہرا کر بات کرتا تھا۔ حضرت خاموشی سے اس کی گفتگو سنتے رہے۔ اس نے پوچھا آپ انبیا و اولیا کو وسیلہ بنانا

---

[1] شکور بیگ مرزا: ضیائے مدینہ، مطبوعہ حیدر آباد (دکن بھارت)، ۱۴۰۲ھ، ص ۱۲، ۱۷۔
[2] ماہ نامہ ترجمانِ اہلِ سنت، کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۵ء۔

جائز سمجھتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اس نے کہا اس پر دلیل پیش کریں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم کی یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ.

امیر نے کہا یہ تو ہماری دلیل ہے، کیوں کہ وسیلے سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں، نہ کہ انبیا و اولیا ہیں۔ حضرت نے یہ پوچھا کہ یہ بتائیے ہمارے یہ نیک اعمال بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا مردود؟ امیر نے کہا مجھے کیا معلوم کہ مقبول ہیں یا مردود، اس پر حضرت نے فرمایا کہ جب اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ مقبول ہیں یا مردود، تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں وسیلہ نہیں بن سکتے جو کہ بارگاہِ خداوندی میں یقیناً مقبول ہیں۔ یہ جواب سن کر امیر کا سارا غصہ جاتا رہا اور بڑی نرمی سے گفتگو کرنے لگا؛ حضرت کو چائے پیش کی اور بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

حصار منکروں میں بھی نبی کے نام نامی کی

بلند رکھتے تھے عظمت حضرت قبلہ ضیاء الدین

ایک دن شام کے وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بکریوں کو درختوں کے پتے کھلا رہے تھے کہ دو مخالف پاس سے گزرے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے ابو حنیفہ کی موت پر سفیان نے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا میں نے کچھ نہیں سنا۔ پہلے شخص نے کہا سفیان نے کہا تھا، اللہ تعالی نے اہلِ زمین کو ابو حنیفہ کے شر سے نجات دی۔ یہ سننا تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جلال کے عالم میں فرمایا: "لعنة الله علی الکاذبین"۔ اس شخص نے امیر کے پاس شکایت

کی کہ حضرت نے مجھے کاذب کہا اور مجھ پر لعنت کی، امیر کے طلب کرنے پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور اس کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ اگر کوئی شخص امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر کہے کہ خدا نے اہلِ زمین کو ان کے شر سے نجات عطا فرمائی ہے تو تمہارے خیال میں وہ کیسا شخص ہے؟ امیر نے کہا وہ بے دین اور مردود ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس شخص نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسے کلمات کہے ہیں۔ امیر نے کہا یہ بات ہے! اور اس کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ تم لوگ ان کو گھروں میں بھی آرام سے نہیں رہنے دیتے۔[1]

سفر:

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حج کے علاوہ تین مرتبہ مدینہ منورہ سے باہر جانا پڑا: پہلے ترکوں کے زمانے میں اور دوسری مرتبہ ایسا ہوا کہ ۱۳۳۹ھ میں مسجدِ نبوی بابِ جبرئیل کے پاس ایک خواب دیکھا، جس میں اشارہ تھا کہ محسنِ ملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا آخری سال ہے۔ دل میں خیال آیا کہ چلو ایک بار مرشدِ کامل کی زیارت تو کرلو۔ فقیر مدینے سے بمبئی آیا، وہاں سے اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی شریف حاضر ہوا اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت وقدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔[2]

---

① مکتوب مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (لاہور) بنام راقم الحروف (خلیل احمد)، محررہ ۲۸/ دسمبر ۱۹۸۱ء۔

② مکتوب قاری محمد امانت رسول، پیلی بھیت (بھارت) بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور، محررہ ۳۰/ اپریل ۱۹۸۳ء۔

اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ اس وقت چلنے پھرنے سے معذور تھے، دو آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لاتے اور اعلیٰ حضرت کو صف میں بٹھا دیتے۔ آپ باجماعت نماز ادا فرماتے اور عشا تک مسجد میں تشریف رکھتے؛ باوجود نقاہت اور ضعف کے تبلیغِ دین کا سلسلہ جاری رہتا۔ فجر اور ظہر کی نماز گھر میں باجماعت ادا فرماتے۔[1]

آپ ایسی حالت میں بھی تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور اپنی مشہور کتاب "المحجۃ المؤتمنۃ" ترک موالات (نان کواپریشن) کے بارے میں انہی دنوں تحریر فرمائی۔ مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی وہیں بریلی شریف میں پہلی ملاقات ہوئی؛ اس کے بعد مدینہ منورہ میں دو مرتبہ ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ حضرت علامہ سیّد ابو البرکات لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور محدّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔[2]

بریلی شریف میں قیام کے دنوں میں عصر اور مغرب کے درمیان اعلیٰ حضرت قبلہ ہوتے اور یہ فقیر ہوتا تھا، کوئی تیسرا نہیں۔ شعبان میں حکیموں نے یہ رائے دی کہ گرمی بہت ہے اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی طبیعت ناساز ہے، کمزوری بھی بہت ہے؛ اس لیے امسال روزہ نہ رکھیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے جب کہا گیا تو فرمایا جب سے مجھ پر روزے رکھنا فرض ہوئے اب تک "بحمد اللہ" کوئی روزہ قضا نہیں ہوا، کچھ بھی ہو روزہ نہیں چھوٹ سکتا۔ پھر اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا اگر موسم گرما کی وجہ سے یہ بات ہے تو رمضان المبارک کوہِ بھوالی (ضلع نینی تال)

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی، مجریہ ۵/ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

[2] انٹرویو، حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ، (ٹیپ آڈیو شدہ ۱۹۷۳م) مملوکہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور۔

میں گزار لیا جائے گا، وہاں موسم بہت مناسب رہے گا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کا پروگرام بھوالی جانے کا تھا۔ اس لیے مجھ سے فرمایا: ضیاء الدین احمد! آپ حج کرتے ہوئے مدینۂ طیبہ حاضر ہوں تو فقیر کے لیے بارگاہِ شفیعِ اعظم ﷺ میں دعا کریں۔ چنانچہ دو مہینے دو دن کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ نے حجازِ مقدس واپس جانے کی اجازت دی، اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ فقیر بمبئی سے بحری جہاز پر جدّہ پہنچا پھر مکۂ مکرمہ میں حج کر کے محرم الحرام کے آخری دنوں میں مدینۂ طیبہ حاضر ہوا، ماہِ صفر کے آخر میں بریلی شریف سے ٹیلی گرام آیا کہ ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو جمعۃ المبارک کے دن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی روح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا۔ ①

تیسری مرتبہ ایسا ہوا کہ میرا لڑکا محمد فضل الرحمٰن بیمار ہو گیا۔ انہی دنوں حیدرآباد دکن کے ایک مشہور ڈاکٹر حج پر آئے، نظامِ حیدرآباد نے انہیں ارسطو یار جنگ کا خطاب بھی دیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کیا تو ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ اپنے صاحبزادے کو حیدرآباد لے آئیں تو وہاں علاج کیا جاسکے گا۔ چنانچہ میں اپنے لڑکے محمد فضل الرحمٰن کو لے کر حیدرآباد چلا گیا۔ وہاں نواب فخر یار جنگ کے بنگلے پر قیام کیا، جو اس وقت وہاں وزیرِ مالیات تھے۔ اسی زمانے میں وہاں علما و مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان میں حضرت سیّد عبد اللہ شاہ صاحب تھے، مولانا عبد القدیر اور مفتی عبد الرحیم تھے۔ ایک اور افغانی عالم مولانا ابو الوفا تھے؛ یہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں شیخ الفقہ تھے۔ ②

① مکتوب قاری محمد امانت رسول، پیلی بھیت (بھارت) بنام حکیم محمد موسیٰ صاحب۔

② شکور بیگ، مرزا: "ضیائے مدینہ"، مطبوعہ حیدرآباد دکن (بھارت)، ۱۹۸۲ء۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت:

حضرت شیخ ضیاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ جب بھی اپنے شیخِ طریقت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کا ذکر فرماتے تو آپ کا چہرہ دمک اٹھتا اور لب و لہجہ بتاتا کہ آپ اپنے شیخ سے کیسی والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ [1]

جب کبھی احباب عرض کرتے کہ حضرت ایمان کی سلامتی کے لیے دعا فرمائیں تو حضرت فوراً اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا شعر پڑھتے ۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیّہ تیرا

اگر کوئی عرض کرتا کہ حضرت! ٹھنڈا پانی پئیں گے؟ تو فوراً ہی گنبدِ خضرا کی طرف اشارہ کرکے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ شعر پڑھتے ۔

ٹھنڈا ٹھنڈا، میٹھا میٹھا
پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

کبھی فرماتے کہ مرزا (شکور بیگ) صاحب تو یوں کہتے ہیں:

نہ منہ ہے تمہارے دکھانے کے قابل

لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے

گیارھویں شریف کی محفل ہوتی تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے ان اشعار کا ذکر فرماتے، جن میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی شان بیان کی گئی ہے۔ رجب المرجّب

---

① روزنامہ جنگ کراچی، مجریہ ۵/اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

میں حضور خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ (اجمیر شریف) کا عرسِ مبارک ختم ہوتے ہی اعلیٰ حضرت قبلہ کے عرسِ مبارک کا تذکرہ فرماتے رہتے۔[1]

قاری محمد امانت رسول قادری رضوی بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے مصر کے فاضل ترین علمائے کرام کے اجتماع میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا قصیدۂ عربیہ پڑھا تو انہوں نے بہ یک زباں کہا یہ قصیدہ تو کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ فقیر نے انہیں بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں عجمی ہیں، تو علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔ قصیدے کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلَاةُ مَوْلٰنَا عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ
وَالْاٰلِ اَمْطَارِ النَّدٰی وَالصَّحْبِ سُحْبِ عَوَائِدِ
فَاِلَی الْعَظِیْمِ تَوَسُّلِیْ بِکِتَابِهِ وَبِاَحْمَدِ
وَبِمَنْ اَتٰی بِکَلَامِهِ وَبِمَنْ هُدٰی وَبِمَنْ هُدِیْ
وَبِطَیْبَةٍ وَّبِمَنْ حَوَتْ وَبِمِنْبَرٍ وَّبِمَسْجِدِ
وَبِکُلِّ مَنْ وَّجَدَ الرِّضٰی مِنْ عِنْدِ رَبٍّ وَّاجِدِ[2]

... ...

---

(۱) مکتوب محمد حنیف قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)، محررہ ۱۲/دسمبر ۱۹۸۲ء۔

(۲) مکتوب قاری محمد امانت رسول، پیلی بھیت (بھارت)، بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)، محررہ ۱۶/رجب ۱۴۰۳ / ۳۰/اپریل ۱۹۸۳ء۔

۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مندرجہ ذیل اشعار سنائے جو انہوں نے اپنے پاس موجود بہارِ شریعت، حصہ ششم پر لکھ لیے۔

أَأَذْكُرُ حَاجَتِيْ أَمْ قَدْ كَفَانِيْ حَيَاؤُكَ إِنَّ شِيْمَتَكَ الْحَيَاءُ

كَرِيْمًا لَا يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ عَنِ الْخُلُقِ الْكَرِيْمِ وَلَا مَسَاءُ

رَسُوْلَ اللهِ فَضْلُكَ لَيْسَ يُحْصٰى وَلَيْسَ لِجُوْدِكَ السَّامِيْ انْتِهَاءُ

فَإِنْ أَكْرَمْتَنَا دُنْيَا وَّأُخْرٰى فَلَيْسَ الْبَحْرُ يَنْقُصُهُ الدِّلَاءُ

ترجمہ:

۱۔ کیا میں اپنی حاجت بیان کروں یا میرے لیے آپ کی حیا کافی ہے۔ بے شک حیا آپ کی عادتِ کریمہ ہے۔

۲۔ کیا اس کریم سے عرضِ حال کروں جنہیں صبح اور شام اخلاقِ کریمہ سے منع نہیں کرتے۔

۳۔ یارسول اللہ! نہ تو آپ کے فضل و کرم کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی آپ کی بلند عطا کی کوئی انتہا ہے۔

۴۔ اگر آپ ہمیں دنیا و آخرت میں عزت بخشیں تو آپ کا کوئی نقصان نہیں، کیوں کہ ڈول سمندر کا پانی کم نہیں کر سکتے۔[1]

مفتی محمد اشفاق رضوی (خطیب مرکزی جامع مسجد خانیوال شہر) بیان کرتے ہیں کہ میں ۱۹۷۹ء میں حج کے بعد مدینۂ منورہ حاضر تھا۔ وہاں

---

[1] امام احمد رضا: اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۴۷۔

حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور ہم نے سنا ہے کہ آپ نے مدینۂ طیبہ میں اپنے شیخ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ان کی زیارت کی ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہاں ایک مرتبہ مواجہہ شریف میں حاضری دینے کے لیے مسجدِ نبوی شریف کے باب السلام سے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ مواجہہ شریف کی طرف منہ کرکے کھڑے ہیں اور سلام پڑھ رہے ہیں۔ میں قریب گیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں مواجہہ شریف کی طرف چلا گیا اور صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرکے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے میرے شیخ کی زیارت سے محروم نہ رکھا جائے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مواجہہ شریف کی پائنتی کی طرف دیکھا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بیٹھے دکھائی دیے، میں نے دوڑ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی قدم بوسی کی اور زیارت سے فیض یاب ہوا۔[1]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ اس کی وجہ سے میرا آدھا جسم بالکل بے کار ہوگیا۔ سب لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب ان کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ ان دنوں میں اپنے پرانے مکان میں جو باب السلام کی طرف تھا اوپر والی منزل میں رہتا تھا۔ ایک شب میں نے رو رو کر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے میرے پیرومرشد نے آپ کی بارگاہ میں خادم بنا کر بھیجا ہے۔ میرے آقا! اگر مجھ

---

[1] مکتوب مفتی محمد اشفاق احمد رضوی خانیوال، بنام راقم الحروف خلیل احمد، محررہ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

سے غلطی ہوئی ہے تو میرے پیر و مرشد کے صدقے میں مجھے معاف فرمادیں اور اپنے روضہ اقدس کی خدمت کا شرف عطا فرمائیں۔ اسی طرح میں نے خواجہ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھا کہ تین بزرگ نورانی چہروں والے تشریف لائے۔ ان میں ایک حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور تیسرے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ضیاء الدین آج تم نے ایسی درخواست کی ہے کہ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور دوسرے بزرگ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے جسم پر دستِ مبارک پھیرا اور فرمایا کہ اٹھو، میں خواب میں ہی کھڑا ہوا تو یہ تینوں بزرگ نماز پڑھنے لگے۔ میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے جسم میں کچھ حرکت محسوس کی، میں کوشش کرکے بیٹھ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ کھڑا ہو گیا اور ایک لکڑی کا سہارا لے کر کمرے کا آہستہ آہستہ چکر لگایا۔ نیچے بچوں نے محسوس کیا کہ اوپر چلنے کی آواز آرہی ہے۔ تمام فوراً اوپر آئے اور مجھے دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے۔ میں نے فوراً کہا کہ پہلے یہاں سامنے کے فرش پر لوہے کی الماری لاکر رکھو، کیوں کہ یہاں ابھی حضور غوثِ پاک، حضور غریب نواز اور اعلیٰ حضرت قبلہ نے نماز پڑھی ہے۔ میں بفضلِ تعالیٰ بالکل ٹھیک ہوں۔[1]

---

[1] شکور بیگ، مرزا: ضیائے مدینہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۹۸۲ء، ص ۱۸، ۱۹۔
رازالہ آبادی: کراماتِ مفتیٔ اعظم ہند، مطبوعہ سکھر (سندھ)، ص ۴۴۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک شریف الفطرت اور کریم النفس بزرگ تھے۔ آپ کی قربت میں انس و محبت کے دریا بہتے تھے اور سلف الصالحین کی تمام خصوصیات آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ آپ نہایت شفیق و خلیق تھے۔ اور آپ کے اخلاق نہایت پاکیزہ تھے۔

آپ کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آتا تھا اور ایمانی و روحانی لذت ملتی تھی۔ آپ خود بھی شریعت پر سختی سے پابند تھے اور مریدین کو بھی شریعتِ مطہرہ پر ہی عمل کرنے کی ہدایت فرماتے۔ بیعت کے وقت شریعت پر پابندی کا درس دیتے، آپ اکثر فرمایا کرتے: شریعت طریقت کے تابع ہے۔ شریعت کو سختی سے پکڑنے والا سب فتنوں سے محفوظ اور منزل کا راہی ہو جاتا ہے اور مخالفِ شریعت گمراہی کے گڑھوں میں گر جاتا ہے۔ یہی ہمارے مشائخ و اسلاف کا طریقہ ہے۔ آپ کا کہنا تھا کہ طریقت اور حقیقت کی ساری منزلوں کا راز پابندیِ شریعت میں پنہاں ہے۔ استغفار کی بہت تاکید فرماتے، بالخصوص اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْمَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اور فرماتے کہ اس میں دونوں باتیں ہیں یعنی استغفار بھی اور توبہ بھی۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے اور خصوصاً فرماتے کہ یہ درود شریف پڑھا کریں:

صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

نماز کی پابندی کی بہت تاکید فرماتے۔ اکثر فرماتے کہ نماز کے بغیر کچھ نہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سے مرید ہونے کے لیے حاضر ہوا تو حضرت نے دیکھتے ہی فوراً فرمایا کہ اس کے چہرے پر نماز کا نور نہیں۔ پھر اس بات کی تلقین فرمائی کہ نماز پڑھا کرو۔ حضرت اکثر فرماتے کہ شریعت کے بغیر کوئی

طریقت نہیں۔ اگر کوئی نصیحت کے لیے عرض کرتا تو فرماتے بیٹا نماز پڑھا کرو، نماز کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ مریدین، مخلصین کی اصلاح ہر وقت پیشِ نظر ہوتی، طہارتِ قلب و نظر کی تلقین فرماتے، عقائد و اعمال کی تصحیح پر تاکید فرماتے۔ مخلصین علماء اہلِ محبت کی قدر کرتے، افتراق و انتشار سے ہمیشہ الگ رہنے کی تاکید فرماتے، ہر شخص کو اس کے فرائض کی انجام دہی کی ہدایت فرماتے، صبر و شکر کے کلمات ہمیشہ آپ کی زبان پر ہوتے۔

آپ کی صحبت میں غربا اور فقرا کو دیکھ کر سلف الصالحین کی یاد تازہ ہوتی، تواضع و انکسار آپ کا مزاج تھا۔ آپ کی خدمت میں جو بھی آتا حسبِ مراتب اس کی پذیرائی فرماتے۔ آپ کا دروازہ سب کے لیے کھلا اور دستر خوان عام ہوتا۔ آپ کے پاس جتنے پیسے بھی آتے، سب کے سب خرچ فرمادیتے، کچھ بچا کر نہ رکھتے اور اکثر مہمانوں پر خرچ فرماتے۔ مفتیِ شام حضرت علامہ شیخ محمد علی مراد دامت برکاتہم العالیہ [1] جب بھی حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے تو حضرت فوراً فرماتے ان کے لیے ٹھنڈی بوتلیں لاؤ۔ [2]

---

① شیخ محمد علی بن محمد سلیم المراد ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء میں حماۃ شام میں پیدا ہوئے، آپ کے اساتذہ میں شیخ حسن مراد، شیخ نجیب مراد، علامہ زاہد کوثری، شیخ احمد سلیم مراد، شیخ محمد سعید القاسانی، شیخ محمد توفیق صباغ، شیخ محمد مرتضیٰ گیلانی، شیخ ضیاء الدین قادری مدنی، علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی، شیخ محمد مکی کتانی، شیخ ابوالیسر عابدین (مفتیِ سوریا)، شیخ محمد راغب طباخ، شیخ محمد صالح فرفور، محمد عربی عزوزی، شیخ بدرالدین حسنی، شیخ عبدالقادر شلبی، سیّد علوی مالکی، محمد عربی تبانی، شیخ احمد صدیق غماری، علامہ حافظ عبدالحیٔ کتانی، علامہ احمد سعید کاظمی، علامہ حبیب الرحمٰن عباسی وغیرہم کے نام شامل ہیں۔ آپ کا وصال ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

② مکتوب محمد حنیف قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امر تسری، لاہور، محررہ ۱۲/ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم بیان کرتے ہیں کہ شوال ۱۴۰۰ھ میں مولانا الیاس قادری کراچی سے زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مہمان کو چائے پلائیے۔ میں نے عرض کی حضرت آپ بھی چائے پیجیے، حضرت نے انکار فرمایا، جب مغرب کی اذان ہوئی تو حضرت نے چائے طلب فرمائی، تب معلوم ہوا کہ حضرت روزے سے تھے اس وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

خادم لکھتے ہیں: ۲۵ر صفر ۱۴۰۰ھ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے عرسِ مبارک کے موقع پر قرآنِ کریم کا ختم شروع ہوا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ایک پارہ مجھے دیں اور دریافت فرمایا کہ کون سا پارہ ہے؟ میں نے عرض کی فلاں پارہ ہے۔ حضرت نے اسے اپنے ہاتھوں میں بند رکھے ہوئے اسے پڑھنا شروع کر دیا، اس دن علم ہوا کہ حضرت حافظِ قرآن بھی ہیں۔ اس سے قبل آپ نے کبھی نہ فرمایا کہ میں حافظ ہوں۔ شام کے وقت میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے قرآنِ کریم کب حفظ کیا، تو فرمایا کہ بیٹا بڑی عمر میں۔

جب بھی کوئی عالمِ دین آتے تو حضرت ان کے ہاتھ چومنے میں پہل فرماتے اور بالخصوص ساداتِ کرام علما کی تو بہت عزت فرماتے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ حضرت ہم فلاں عالمِ دین سے ملتے ہیں تو فوراً فرماتے کہ ان سے میرا سلام عرض کرنا اور دعا کے لیے کہنا۔ محفلِ میلاد کے آخر میں کسی عالمِ دین سے دعا کراتے۔

محمد رفیق کشمیری مقیم مدینۂ منورہ کے بچے ہر جمعہ کو حضرت مدنی سے ملنے آتے وہ سب قرآنِ مجید حفظ کر رہے تھے۔ حضرت ان کو بہت دعائیں دیتے اور اپنی جیب سے پیسے نکال کر دیتے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کھانے کو لے آؤ۔

سادگی آپ کا شعار تھی، آپ کی صورت خدا کی یاد دلاتی اور سیرت، سیرتِ رسول ﷺ کا مظہر تھی۔ سنّتِ رسول کی اتباع میں آپ نے بکریاں بھی پالیں، ان کے دودھ سے مہمانانِ رسول کی ضیافت فرماتے۔ آپ کا اصل مشغلہ حبِّ رسول کی دولتِ جمیل اور نعتِ رسول تھا۔ آپ کی ہر مجلس، مجلسِ نعت ہوتی اور ہر محفل یادِ خدا ہوتی و ذکرِ رسول ﷺ سے آباد ہوتی۔ عرب و عجم کے ہر علاقے سے لوگ آتے اور مجلسِ نعت میں شریک ہوتے۔ عربی، ہندی، ترکی، شامی، مصری، ایرانی، سوڈانی، کردستانی، سب اپنی اپنی زبان میں نعتِ رسول پڑھتے۔ حضرت ہمیشہ دوزانو ہو کر نعت سنتے۔ اپنے شیخ کامل امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ نعت "حدائق بخشش" سے خصوصاً بار بار نعت شریف سنتے،

"مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

کی گونج سے آپ کا قادری دولت کدہ "حدائق بخشش" معلوم ہوتا۔ عربی، فارسی، ترکی، اردو اور پنجابی نعتیہ شاعری کا بیشتر حصّہ آپ کو ازبر تھا اور یہ زبانیں روانی سے بولتے تھے۔ مصر، ترکی، اور شام کے علما و مشائخ آپ کے پاس حاضر ہوتے تو سلام کے بعد سب کی خیریت دریافت فرماتے پھر ان کے شہروں

کے رہنے والے علماءِ کرام کا حال پوچھتے۔ کشف کا یہ عالم تھا کہ ہر حاضر ہونے والے کی طبع کے مطابق گفتگو فرماتے تاکہ آنے والے کی دل جوئی ہو۔ عام و خاص آپ کو سیّدی کہہ کر مخاطب کرتے، علمائے مدینہ آپ کا بڑا احترام کرتے اور آپ کو شیخ العلما کہہ کر یاد کرتے۔ مولانا علی حسین البکری المدنی رحمۃ اللہ علیہ[1] آپ کے محبّ و مخلص اور قدر دان تھے۔[2]

شب بیداری، مہمان نوازی، قلتِ کلام آپ کے مخصوص اوصاف تھے۔ بعد نمازِ عشا روزانہ بلاناغہ سبز گنبد شریف کے قریب اپنے دولت کدے پر محفلِ میلاد منعقد فرماتے اور بعدہٗ حاضرین کی طعام سے ضیافت کی جاتی۔ محفلِ پاک کا اختتام اعلیٰ حضرت قبلہ کے مشہورِ زمانہ سلام پر ہوتا۔ نبیرۂ شاہ جی میاں محترم الحاج شاہ قاری، غلام محی الدین خان خطیب شیری رضوی ہلدوانوی جب اس محفل میں حاضر ہوئے تو برجستہ یہ قطعہ قلم بند فرمایا ؎

---

① علامہ محمد علی حسین بن علامہ اعظم حسین ۱۳۱۲ھ / ۱۹۹۴ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ اکثر علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ ۱۹۰۳ء میں والد ماجد کے ہمراہ مدینہ طیبہ سفر کیا اور پھر وہیں سے عراق شام و مصر کے سفر کیے۔ علامہ بدرالدین حسنی سے شرح وقایہ پڑھی علامہ عبدالباقی فرنگی محلی سے مختصر المعانی تلخیص المفتاح پڑھی۔ صحاح ستہ کا درس علامہ محمد معصوم بن عبدالرشید بن شاہ احمد سعید مجددی سے لیا۔ والد ماجد کے علاوہ اجازت و خلافت شیخ بدرالدین حسنی، شیخ علی بن ظاہر الوتری، شیخ احمد شمس مالکی، شیخ امین رضوان، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی سے حاصل تھی۔ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔

② مکتوب محمد حنیف قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امر تسری، لاہور، محررہ، ۱۲؍ دسمبر ۱۹۸۲ء۔
مکتوب مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی (انگلینڈ) بنام حکیم محمد موسیٰ امر تسری، محررہ مئی ۱۹۸۳ء۔

ضیائے دین کی محفل سجی سلام کے ساتھ
قریبِ گنبدِ خضرا اس اہتمام کے ساتھ
خطیبؔ منشاءِ سرکارِ دو جہاں ہے یہی
مِرے رضا کا بھی ہو ذکر میرے نام کے ساتھ①

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات سے بے پناہ الفت و عقیدت تھی۔ ان کی محفل میں ہر وقت ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نعت خوانی ہوتی تھی۔ پاکستان اور بھارت کے نعت گو، نعت خواں حضرات میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مدینۂ منورہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر نعت نہ پڑھی ہو۔ مدینۂ منورہ میں محافلِ میلاد کھلے طور پر منعقد نہیں ہوتیں، لیکن ان پابندیوں کے باوجود اکثر گھرانوں سے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرور آوازیں سنائی دیتی رہتی ہیں۔ ان تمام نجی محفلوں میں محبت وعقیدت کا جس شوق اور اہتمام سے حضرت ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مظاہرہ ہوتا تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس موقع پر مدینۂ طیبہ میں حاضر ہونے والے شمعِ رسالت کے پروانے گلہائے عقیدت پیش کرتے۔ اگر کوئی خطیب صاحب محفل میں موجود ہوتے تو وہ بھی اپنے فرمودات سے اہلِ محفل کو نوازتے۔ نعت کے دوران فرطِ عقیدت سے حضرت کے چہرے پر آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔②

---

① ماہنامہ ”اعلیٰ حضرت“، بریلی (بھارت)، ش جنوری ۱۹۸۲ء۔
② ماہنامہ ”ضیائے حرم“، لاہور، ش اکتوبر ۱۹۸۲ء، ص ۸۲۔

نعت خوانی سے لگن کا یہ عالم تھا کہ عشا کی نماز کے بعد عربی وقت کے مطابق رات تین بجے کا انتظار فرماتے رہتے اور بار بار وقت پوچھتے۔ اکثر تین بجنے سے دو چار منٹ قبل ہی بلند آواز سے درود شریف پڑھنا شروع فرمادیتے۔ ادب کا یہ عالم تھا کہ محفل شروع ہونے کے بعد کسی کا آکر ہاتھوں کو بوسہ دینے کو اچھا محسوس نہیں فرماتے تھے۔ محفل کے علاوہ ہر آنے والے کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے اور بہت سی دعائیں دیتے اور اس محبت و شفقت سے پیش آتے کہ آنے والا یہی محسوس کرتا کہ حضرت کا سب سے زیادہ پیار مجھ پر ہی ہے۔ محفل کے اختتام پر تازہ وضو فرماتے اور اپنے بستر پر بیٹھ کر ذکر واذکار میں مشغول رہتے۔ کھانا بہت کم تناول فرماتے۔ اگر کوئی کھانے کی چیز لے آتا تو محفل کے بعد سب حاضرین کے ساتھ کھاتے۔[1]

مدینہ طیبہ میں جہاں بھی میلاد شریف کی محفل منعقد ہوتی تو آپ کو ضرور مدعو کیا جاتا، آپ ہمیشہ عقیدت و محبت سے اپنے مریدین اور معتقدین کے ہمراہ تشریف لے جاتے۔

مرزا شکور بیگ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ باغِ شمسیہ (مدینہ منورہ) کی ایک محفل میں دیکھا جو اس عمارت کے وسیع صحن میں ہوئی تھی۔ پرانے لوگ اس عمارت کو تواتیہ کہتے ہیں، کیوں کہ اس کے قدیم مالک کا نام تواتی تھا۔ حیدرآباد دکن کے ایک امیر کبیر نے اس عمارت کو خرید لیا، ان کا خطاب "شمس الامرا" تھا، اسی مناسبت سے اس عمارت کو باغ شمسیہ کہنے

---

(1) مکتوب محمد حنیف قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور محررہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

لگے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدے کی گلی میں مشرقی جانب وہ عمارت واقع تھی۔ اس محفل میں مدینہ منورہ کے بہت سے صاحبانِ دل شریک تھے، جن کے چہرے عجیب بہار دے رہے تھے۔ سوچتا ہوں توکل کی بات معلوم ہوتی ہے، مگر اس واقعے کو بیس سال بیت گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں محفل میں ہلچل محسوس ہوئی اور سب کی نظریں مغرب کی جانب اٹھ گئیں، دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لا رہے ہیں، سر پر پنجابی وضع کا سفید عمامہ، بند گلے کا کوٹ، کندھے پر شال، درمیانہ قد، رنگ سانولا، سفید داڑھی اور چھوٹی تیز خوبصورت آنکھیں، اہلِ محفل تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے، حضرت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور درمیان میں بٹھا دیا۔ محفل میں نورانی چہرے جو پہلے تھے وہی اب بھی موجود تھے، مگر نظر حضرت کے سِوا کسی چہرے پر نہیں ٹِک رہی تھی۔ میں نے قریب بیٹھے ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد ہیں، ساٹھ سال سے مدینۂ منورہ میں مقیم ہیں۔ اسی عمارت کے باہر گلی میں بائیں ہاتھ کی طرف آخری مکان میں رہتے ہیں۔ اور کہا دیکھیے وہ صاحب جو انتظامات میں مشغول ہیں وہ حضرت کے اکلوتے صاحبزادے ہیں جن کا نام فضل الرحمٰن ہے۔ اس محفل میں، میں نے بھی ایک نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنائی۔

دوسرے دن عصر کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں اکیلا حاضر ہوا، باہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا؛ میں نے اندر داخل ہو کر دائیں جانب کی سیڑھیوں کے دروازے کے پاس سے آواز دی کیا میں اندر حاضر ہو سکتا ہوں! جواب ملا چلے آیئے، میرے دل کی حرکت تیز ہوگئی تھی اور میں کچھ پریشان سا نظر آرہا

تھا۔ مصافحہ کے بعد حضرت نے میری اِس کیفیت کو محسوس فرمالیا اور مجھے اصلی حالت میں لے آئے۔ حضرت نے فرمایا آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے نام بتایا۔ فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے کہا حیدر آباد دکن سے۔ فرمایا خوب، خوب، مبارک مبارک اور فرمایا میں بھی ایک مرتبہ جاچکا ہوں، پھر بڑی شفقت سے فرمایا کہ یہاں رات کو نمازِ عشا کے بعد محفلِ نعت شریف ہوتی ہے آیا کیجیے۔ میں اِس اجازت پر بہت خوش ہوا اور جب تک مدینہ منورہ میں حاضر رہا، برابر اِس نورانی محفل میں حاضر ہوتا رہا، وہاں کے دیگر شرکاءِ محفل سے بھی تعارف ہو گیا اور سب اہلِ محفل بشمولِ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مجھے مرزا صاحب کہنے لگے۔

تین چار سال بعد پھر مدینہ منورہ میں حاضری کی عزّت نصیب ہوئی، وہی حاضرینِ مجلس اور حضرت قبلہ کی شفقت شامل رہی، بلکہ اس میں بھی بہت اضافہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کرم ہوا کہ سولہ سترہ سال سے مسلسل حاضری کی عزّت نصیب ہو رہی ہے اور ہر سال تقریباً تین ماہ تو ضرور ہی مدینہ منورہ میں گزارنے کی عزّت نصیب ہوتی ہے۔ شروع میں پانی کے جہاز میں جایا کرتا تھا، پہلے جہاز سے جاتا اور آخری جہاز سے واپس ہوتا۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دنوں کی ہر رات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شریک ہوتا تھا۔ کبھی سنا تھا کہ اگر تو فقیر نہیں بن سکتا تو کسی فقیر کے دل میں جگہ ہی پیدا کر لے، اللہ تعالیٰ کے انوار کی جو بارش اس فقیر کے قلب پر ہو گی اِس کا تو بھی حصّہ دار بن جائے گا۔ میں نے بھی یہی کیا، بلکہ مِن جانبِ اللہ اِس کی توفیق مجھے نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ مدینہ کے دل میں میری محبت ڈال دی، وہ بھی میرے لیے بہت دعائیں کرتے اور باوجود ملکی قانون کے کہ ایک مرتبہ حج کرنے والا پھر پانچ سال تک نہیں جاسکتا، مجھے ہر سال حاضری نصیب ہوتی رہی۔ قانون اپنی جگہ رہا، کرم اپنی جگہ، نہ میں نے قانون کی خلاف ورزی کی، نہ قانون نے مجھے روکا۔ کوئی نہ کوئی ایسی صورت نکلتی رہی کہ حاضری ہوتی رہی اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت بڑھتی رہی۔

حضرت کو یہ معلوم تھا کہ میں رات کو اپنے ٹھکانے پر نہیں ہوتا، بلکہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دروازے یا دیوار کے پاس رات گزار دیتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک ہلکا سا کمبل لیے حاضر ہوتا تھا۔ محفل برخاست ہو جانے کے بعد اجازت چاہتا تو ارشاد فرماتے مرزا صاحب! آپ جا کر کیا کریں گے؟ بیٹھیے، میں عرض کرتا، حضرت! آپ کے آرام کا وقت ہے تو فرماتے آرام ہی آرام ہے، بیٹھیے۔ میں نے بہت سی راتیں حضرت کے ساتھ ایسی گزاری ہیں کہ بہت سی باتیں حضرت سے پوچھتا اور حضرت خود بھی ارشاد فرماتے، تہجد کی اذان ہو جایا کرتی تھی۔ ان مبارک راتوں کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ انہی دنوں میں نے جو نعت لکھی اس کا مطلع یہ تھا

راتیں بھی مدینے کی باتیں بھی مدینے کی
جینے میں یہ جینا ہے کیا بات ہے جینے کی[1]

---

① شکور بیگ، مرزا: "ضیائے مدینہ"، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۹۸۲ء۔

علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ① اپنے سفر نامۂ حج میں لکھتے ہیں کہ یکم محرم ۱۳۷۴ھ / ۳۱/ اگست ۱۹۵۴ء کو بعد نمازِ فجر حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی قبلہ کے دولت کدے پر حاضری دی، حضرت نے بہت پر تکلف ناشتہ کرایا، ناشتے کے بعد مجلسِ نعت خوانی گرم ہوئی۔ ایک شامی نعت خواں نے جو ترک قوم سے تھے عربی اشعار پڑھے۔ میں نے ترجمہ سنایا، مجمع تڑپ گیا، نعت کا مضمون یہ تھا:

"میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان زمینِ مدینہ میں ہوں اور کریم اپنے مہمانوں کو نوازتے ہیں، شاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مجرم ان کی پناہ میں آجائے تو معافی دے دیتے ہیں۔ آپ تو رسولوں کے شاہ ہیں، میرا تجربہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجرموں سے درگزر فرماتے ہیں، خطا پر عطا فرماتے ہیں۔"

۳/ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ / ۲/ ستمبر ۱۹۵۴ء کی شب ہم بعض حجاج نے علامہ ضیاء الدین احمد مدنی کے دولت خانے پر محفلِ میلاد منعقد کی، جس میں پاکستانی، ہندی، مصری، شامی، مدنی حجاج نے شرکت کی۔ حضرت سیّد عبد السلام

---

① علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی بن مولانا محمد یار خان بدایونی ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں محلہ کھیڑہ اوجھیانی (ضلع بدایوں) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۹ء تین سال تک مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مولانا قدیر بخش بدایونی و دیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ اسی زمانے میں بریلی شریف جاکر اعلیٰ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی سے شرف تلمذ پایا۔ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء میں درس نظامی سے فراغت حاصل کرلی۔ جامعہ نعیمیہ میں تدریس وفتویٰ نویسی کا کام کیا۔ علامہ سیّد ابوالبرکات کے بلانے پر پاکستان تشریف لائے۔ اور تصنیف، افتاء اور تدریس کا کام جاری رکھا۔ ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء کو وصال فرمایا۔

حسینی مصری نے تلاوتِ قرآنِ پاک اس طرز سے کی کہ ایمان تازہ ہو گئے۔ پھر اہلِ مدینہ نعت خوانوں نے برزنجی میلاد شریف عربی میں پڑھا۔ سلام و قیام کیا، بہت ہی لطف آیا۔ پھر ہم لوگوں کی طرف سے طعام پیش کیا گیا۔ بعدِ طعام پھر مجلس ہوئی، پہلے حافظ ولی محمد صاحب نے اردو میں نعت پڑھی، پھر سیّد عبدالسلام حسینی مصری نے عربی میں نعت پڑھی۔ حاضرین ماہیِ بے آب کی طرح لوٹنے لگے، یہ مبارک محفل قریباً دو بجے رات ختم ہوئی۔[1]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو محافل خصوصی طور پر منعقد فرماتے ان میں ۲۵/ صفر المظفر کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کا عرسِ مبارک، ۱۲/ ربیع الاوّل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۱/ ربیع الثانی عرسِ پاکِ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، ۱۵/ شعبان شب براءت، ان کے علاوہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایّام اور رمضان المبارک میں خصوصاً سیّد الشہداء حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس منعقد فرماتے اور شہداءِ بدر کے دن قریب قریب کوئی دن مقرر فرماتے، سنِ وصال تک آپ کا یہی معمول رہا۔[2]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی محفلوں میں عرب و عجم کے بڑے بڑے علما شریک ہوتے اور سب حضرت مدنی کے سامنے ایسے باادب بیٹھتے تھے جیسے استاد کے سامنے شاگرد، ایک مرتبہ ترکی کے ایک ایسے عالم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے جنہوں نے وہاں کی سیکولر حکومت کی وجہ سے سکونت ترک کرنا چاہی

---

① احمد یار خاں نعیمی، مفتی: "سفر نامۂ حجاز"، مطبوعہ نوری بک ڈپو، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۱۴۳، ۱۴۷۔
② مکتوب محمد حنیف قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور، محررہ ۱۲/ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

تو وہاں کی حکومت اور عوام نے ان سے معروضہ کیا کہ آپ یہاں سے جا کر ہمیں یتیم نہ بنایئے، وہ بزرگ جب بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تو باادب بیٹھے رہتے اور بالکل خاموش بیٹھے رہتے، کوئی بات یا استفسار کا جواب دیتے تو نہایت ادب سے اور آہستہ آواز میں جواب دیتے کہ اہلِ محفل بھی نہ سن پاتے۔

مولانا جمال خاں رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں جونپور کے نواب کی رباطوں کے نگران تھے، بڑے صاحبِ کشف بزرگ تھے اور عبدالغنی خاں لودھی تھے، حکیم سلطان بخش رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ سب بزرگ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھنے والے تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری[1] قدس سرہ کا قیام مدینہ منورہ میں آپ ہی کے پاس ہوتا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد حضرت امیر ملت نے تقریباً بائیس حج کیے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر ملت کا بستر اور چارپائی تبرکاً رکھا ہوا تھا۔[2]

---

(1) آپ ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں علی پور ضلع سیالکوٹ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ حافظ شہاب الدین کشمیری سے قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی کتب علامہ عبدالرشید علی پوری اور علامہ عبدالوہاب امرتسری سے پڑھیں۔ جبکہ علامہ غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے کسب فیض کیا۔ کانپور میں مولانا محمد علی مونگیری، علامہ احمد حسن کانپوری سے استفادہ کیا مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی سے بھی فیضیاب ہوئے۔ حدیث شریف کی سند مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی سے حاصل کی۔ سلسلہ عالی نقشبندیہ میں خواجہ فقیر محمد المعروف باباجی (چورہ شریف) کے مرید ہوئے اور خلافت و اجازت پائی۔ آپ کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گرانقدر خدمات ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں انجمن خدام الصوفیہ کی بنیاد لاہور میں رکھی۔ آپ کا وصال ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں جمعہ کی درمیانی شب کو ہوا۔

(2) سیرتِ امیر ملت از پروفیسر طاہر فاروقی۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ رئیس اعظم اڑیسہ[1] (بھارت) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتے تو حضرت کے روکنے کے باوجود کوشش فرما کر حضرت کے تلوے کا بوسہ لے لیتے، حضرت اگر کھانے میں شریک ہونے کے لیے فرماتے تو عرض کرتے کہ اپنا لب لگا ایک نوالہ مجھے عطا فرمایئے اور اس طرح معروضہ کرتے کہ حضرت قبلہ کو ان کی بات ماننی پڑتی۔

پاکستان سے حضرت علامہ کاظمی امروہی دامت برکاتہم العالیہ[2] جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آتے تو ایسے ادب سے ملتے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا،

---

[1] مجاہد ملت علامہ مفتی حبیب الرحمٰن عباسی بن مولانا عبدالمنان ۱۳۲۲ھ میں دھام نگر ضلع بالاسور اڑیسہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا شفقت حسین مرادآبادی سے فارسی کی تعلیم شروع کی مزید تعلیم علامہ عبدالمجید سے حاصل کی۔ عربی تعلیم علامہ عبدالعزیز، مفتی شاہ ظہور حسامی مانک پوری اور مفتی عبدالصمد بالاسوری سے حاصل کی۔ ۱۳۴۰ھ میں ازدواجی زندگی سے منسلک ہوئے ۱۳۴۱ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں داخلہ لیا اور علامہ مفتی نجم الدین بہاری (تلمیذ اعلیٰ حضرت)، علامہ حافظ عبدالکافی اور مفتی عبدالرحمٰن بادشاپوری سے علوم و فنون اخذ فرمائے۔ یہاں سے اجمیر شریف جامعہ معینیہ منتقل ہو کر صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی اور علامہ حامد حسین سے شرف تلمذ حاصل کیا اور صدرالافاضل علامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی کے دورہ حدیث شریف میں شامل ہوئے۔ فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں صدرالمدرسین مقرر ہوئے۔ آپ کے کارناموں میں ایک "آل انڈیا تبلیغ سیرت" کی بنیاد ہے جس کا بڑا مقصد تحفظ ناموس رسالت ہے، جس سے اہلسنت کو بڑی حد تک تقویت پہنچی۔ ۱۹۷۹ء میں آپ کو مدینہ منورہ میں علیحدہ جماعت کرانے کے جرم میں پکڑا گیا۔ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

[2] غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی ولد سیّد محمد مختار کاظمی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد کا وصال ہو گیا چنانچہ تربیت آپ کے برادر علامہ سیّد محمد خلیل کاظمی کی نگرانی میں ہوئی۔ مدرسہ بحرالعلوم میں آپ نے علامہ خلیل کاظمی سے علوم دینیہ کا=

حضرت مدنی ان سے کچھ بیان کرنے کے لیے فرماتے، تو قبلہ کاظمی صاحب کچھ تأمل کے بعد یوں بیان شروع فرماتے کہ حضرت مدنی قبلہ کے سامنے زبان کھولنا بے ادبی سے کم نہیں، تعمیلِ حکم بھی ضروری ہے؛ اس لیے کچھ عرض کرتا ہوں۔ حضرت مدنی اکثر فرماتے کہ پاکستان کے دو عالم بہت بڑے ہیں اور انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے: ایک علامہ سیّد ابو البرکات لاہوری رحمۃ اللہ علیہ[1] اور دوسرے علامہ کاظمی صاحب قبلہ۔

= درس لینا شروع کر دیا اور سولہ ۱۶ سال کی عمر میں علوم و فنون کی تکمیل کے بعد سند فراغت حاصل کی۔ صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی کی موجودگی میں حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی نے آپ کے سر دستار باندھی۔ جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں آپ اپنے وطن مالوف امروہہ (ہندوستان) تشریف لے گئے اور چار سال مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ میں تدریس کی۔ ایک درویش صفت بزرگ حضرت نصیر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے مستقل ملتان میں مقیم ہو گئے۔ اپنے برادر اکبر علامہ سیّد محمد خلیل کاظمی امروہی سے بیعت و اجازت نیز مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی۔ ۱۹۷۰ء میں جماعت اہلسنت پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کی متعدد تصانیف اور تلامذہ کی کثیر تعداد موجود ہے۔ ۱۹۸۶ء میں آپ کا وصال ہوا۔

[1] علامہ ابو البرکات سیّد احمد قادری ۱۳۱۶ھ / ۱۹۰۶ء میں بمقام محلہ نواب پورہ ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) کے نامور فرزند ارجمند ہیں۔ دار العلوم قوت الاسلام کے فاضل اساتذہ کے اسباق کی سماعت سے مستفیض ہوئے، جہاں مولانا عبد الکریم، مولانا ظہور اللہ اور مولانا پردل خان پڑھاتے تھے۔ جبکہ کچھ کتب مولانا ارشاد علی الوری، مفتی زین الدین، مولانا فضل احمد اور صوفی عبد القیوم سے پڑھیں۔ پھر صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی کے مدرسہ اہلسنت وجماعت مراد آباد میں داخلہ لیا۔ ۱۹۲۰ء تک وہاں استفادہ کرتے رہے۔ پھر والد گرامی اور استاد مکرم کے ساتھ بریلی شریف

پاک و ہند کے علاوہ شام، ترکی اور مصر کے اکثر علماءِ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ فنِ خطابت میں مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (۱) اور مولانا عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (۲) کی مدح فرماتے اور ان کو

حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے دست خاص سے آپ کو سند اجازت عطا فرمائی، غالباً ۱۹۲۳ء میں لاہور پہنچے اور مسجد وزیر خان میں تدریس علوم دینیہ پر معمور کر دیے گئے۔ ۱۹۳۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۷۸ء تک تدریس کے خدمات انجام دیں۔ طویل علالت کے بعد ۱۹۷۸ء / ۱۳۹۸ھ میں وفات پائی۔

(۱) علامہ محمد شفیع اوکاڑوی بن حاجی شیخ کرم الٰہی ۱۹۲۹ء / ۱۳۴۸ھ کھیم کرن مشرقی پنجاب بھارت میں پیدا ہوئے۔ حضرت پیر میاں غلام اللہ شرقپوری المعروف حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارادت کا شرف پایا۔ اپنے پیر و مرشد اور علمائے اہلسنت کے ہمراہ زمانہ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اوکاڑا آ گئے۔ اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس قائم کیا۔ ۱۹۵۲ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ اسی دوران حکومت نے قید کر دیا، اسیری کے ان ایام میں آپ کے دو فرزند انتقال کر گئے۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے۔ ۱۹۷۲ء میں سولجر بازار کراچی میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ مسلسل چھتیس ۳۶ برس تک ہر شب آپ مذہبی تقاریر فرماتے رہے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں ذکرِ حسین، راہ حق، شام کربلا، برکات میلاد، سفینۂ نوح وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں کراچی میں دوران تقریر آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ زخمی ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں آخری خطاب گلزارِ حبیب مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اور چند روز بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

(۲) شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا عبد الحمید ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں ہری پور کے قریب گاؤں چنبہ پنڈ میں پیدا ہوئے۔ کافیہ تک کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ بقیہ فنون میں زیادہ تر کتابیں علامہ احمد دین (بھوئی کیمل پور) سے پڑھیں۔ علامہ محب النبی، علامہ یار محمد بندیالوی، علامہ قطب الدین غور غشتوی، علامہ میاں عبد الخالق غور غشتوی اور علامہ مشتاق=

بہت دعائیں دیتے۔ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ[1] کا جب بھی تذکرہ ہوتا تو حضرت فرماتے وہ نیک آدمی ہیں، بہت بزرگ ہیں اور فرماتے کہ کراچی میں سب کچھ انہی کے قدموں کی برکت ہے۔ تمام اہلِ سنّت علما و مشائخ بالخصوص سادات کا بہت احترام فرماتے۔ حضرت سیّد مسکین شاہ صاحب مدنی ملاقات کے لیے آتے تو حضرت ان کے پاؤں چومتے۔

= احمد کانپوری سے بھی درس لیا۔ دورۂ حدیث کے لیے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دارالعلوم منظر اسلام سے سند فراغت پائی۔ کچھ عرصہ لائلپور اور تین سال گجرات مدرسہ خدام الصوفیہ میں تدریس کی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ علوم و فنون کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ جادو بیاں خطیب بھی تھے۔ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں وزیر آباد جی ٹی روڈ پر حادثے میں جام شہادت نوش فرمایا۔

(1) علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء بمقام قندھار ضلع ناندیڑ ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد علامہ غلام جیلانی بڑے عالم صوفی باصفا تھے۔ ۱۳۵۰ھ میں اپنے والد ماجد سے قرآن شریف حفظ کیا۔ حافظ ملت علامہ عبد العزیز مبارکپوری نے تکمیل حفظ قرآن پر آپ کی دستار بندی فرمائی۔ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۳ء میں جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے اور اسی جامعہ میں فارغ التحصیل ہو کر علامہ سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ آپ کو صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔ ۱۹۴۹ میں کراچی تشریف لائے۔ ۱۹۵۰ء میں اخوند مسجد کھارادر میں خطیب و امام مقرر ہو کر ۱۹ سال خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۹ میں میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں پیش امام و خطیب ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں پہلا حج ادا فرمایا۔ اسی حج کے دوران قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ قاری صاحب کو لے کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں سفر حج کے دوران آپ نے بغداد شریف سرکار غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے دربار پر حاضری دی۔ ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تحمل و بردباری، تواضع وانکسار، ایثار و اخلاص، اعتدال و وسعتِ نظری، جذب و کیف، ضبط و وارفتگی اور علمی تبحر کا ہر سمت چرچا تھا، دوست و دشمن سب آپ کی ان صفاتِ عالیہ کے معترف رہتے تھے، جو شخص بھی آپ کے قریب آتا، آشنائے درد و محبت ہو جاتا اور آپ کی محبتِ کیمیا اثر سے اس کی دنیا بدل جاتی۔ آپ کے مریدین حجازِ مقدس کے علاوہ ترکی، شام، مصر، عراق، یمن، لیبیا، الجزائر، سوڈان، جنوبی افریقہ، بنگلادیش، پاکستان، بھارت، افغانستان، اور انگلینڈ وغیرہ میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔[1]

اردو کے معروف صوفی شاعر امجد حیدرآبادی کو بھی آپ سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ وہ ہر سال حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضری دیتے اور تزکیۂ نفس فرماتے۔[2]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ امجد حیدرآبادی نے اپنی ایک مشہور نعت مدینہ منورہ میں میرے گھر میں لکھی۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

موت و حیات میری دونوں تیرے لیے ہیں
مرنا تری گلی میں جینا تری گلی میں

---

(1) شکور بیگ، مرزا: "ضیائے مدینہ"، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۹۸۲ء۔
مکتوب مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی (انگلینڈ) بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، محررہ مئی ۱۹۸۳ء۔
روزنامہ جنگ کراچی، مجریہ ۵/ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔
(2) روزنامہ حریت کراچی، ش ۵/ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

امجد کو آج تک ادنیٰ سمجھ رہے تھے
لیکن مقام اس کا دیکھا تری گلی میں[1]

عالمِ اسلام کے عظیم مؤرخ و مفکر ڈاکٹر حمید اللہ، مقیم پیرس (فرانس) بھی ہر لحہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیوض و برکات کے معترف رہتے ہیں۔[2] حضرت نے ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں فرمایا کہ حمید اللہ میسور (بھارت) کا رہنے والا ہے، قابل آدمی ہے حنبلی مسلک رکھتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ترکی، ہسپانوی، انگریزی، جرمن اور دنیا کی دوسری زبانوں میں اسلام کی نصرت کے لیے کتابیں لکھیں ہیں اور اس کی کتابوں سے سینکڑوں آدمی مسلمان ہوئے۔ مدینۂ منورہ میں جب بھی حاضر ہوتا ہے روزے سے داخل ہوتا ہے، اگرچہ قیام دوماہ بھی ہو پھر بھی روزے سے رہے گا۔[3]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینۂ منورہ میں ہی دو مرتبہ نکاح کیا۔ پہلی اہلیہ محترمہ تیرہ برس کی رفاقت کے بعد انتقال کر گئیں، ان کے انتقال کے بعد آپ نے دوسرا نکاح کیا۔ پہلی بیوی سے ہی آپ کے ہاں اولاد ہوئی، دو بیٹیاں اور چار فرزند چھوٹی عمر میں ہی انتقال کر گئے، ایک صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن☆ اور ایک صاحبزادی ہیں۔[4]

---

① انٹرویو، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ٹیپ کیسٹ)، مملوکہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، لاہور۔
② روزنامہ حریت، کراچی مجریہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔
③ انٹرویو، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ٹیپ کیسٹ)، مملوکہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، لاہور۔
☆ جانشینِ قطبِ مدینہ حضرت علامہ مولانا فضل الرحمٰن مدنی ۲۶ رشوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو مدینۂ منورہ میں وصال فرما چکے ہیں۔
④ روزنامہ حریت، کراچی مجریہ ۵/ اکتوبر ۱۹۸۱ء، ص ۳۔

آپ کی صاحبزادی ایک ٹانگ سے معذور ہیں۔ ان کی ٹانگ میں ناسور ہو گیا تھا؛ آٹھ نو برس بیمار رہیں۔ ایک لبنانی ڈاکٹر نے آپریشن کیا؛ کیوں کہ ہڈی خراب ہو گئی تھی الحمد للہ! حرم تک چلی جاتی ہیں۔ ایک بدوی لڑکی کو اپنی بیٹی بنایا اس کا نام حمدہ ہے، یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی سے بھی زیادہ معذور تھیں۔ ①

مولانا فضل الرحمٰن ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ میں پیدا ہوئے، فضل الرحمان مدنی سے مادّۂ تاریخ نکلتا ہے۔ آپ ماشاء اللہ، حافظ، عالم، نہایت بااخلاص بامروّت، خوش خلق اور نہایت سخی انسان تھے، اپنے والدِ ماجد حضرت مدنی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے، اور حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہٗ سے بھی اجازت و خلافت یافتہ تھے۔ ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں قدس سرہٗ حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی قبلہ مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری خلافت عطا فرمائی اور بیت اللہ شریف میں میزابِ رحمت کے نیچے اپنے ساتھ کھڑا کر کے اجازت و خلافت کے الفاظ کا اعادہ فرمایا۔ ②

مولانا فضل الرحمٰن مدنی کی اولاد میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ③

بڑے بیٹے کا نام حبیب الرحمٰن ہے۔ ④

دوسرے کا رضوان ہے اور تیسرے کا خلیل ہے۔

---

① انٹرویو، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ٹیپ کیسٹ)، مملوکہ حکیم محمد موسی امرتسری مدظلہ، لاہور۔

② ماہنامہ عرفات، لاہور، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۲۳۔

③ انٹرویو (ٹیپ کیسٹ) ۵ محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا: راہ عقیدت (سفر نامہ حج)، مطبوعہ کراچی۔

④ روایت حکیم محمد موسی امرتسری مدظلہ العالی (لاہور)۔

حضرت قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا و مجازین

حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن خوش بخت علما و مشائخ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا، ان کے نام درجِ ذیل ہیں۔

سعودی عرب:

۱۔ حضرت علامہ عبد اللہ ابو بکر الملا رحمۃ اللہ علیہ (۱)

۲۔ فضیلۃ الشیخ احمد یاسین الخیاری المدنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء (۲)

۳۔ علامہ محمد المصطفیٰ ابن الحاج المختار الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء (۳)

۴۔ فضیلۃ الشیخ العلامہ صالح بلو رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء (۴)

۵۔ شیخ العلما علامہ مفتی سیّد محمد علی مراد حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء (۵)

۶۔ فضیلۃ الشیخ علامہ فضل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء (۶)

---

(۱) الاحساء
(۲) شیخ الروضہ، مدینہ منورہ
(۳) مدینہ منورہ
(۴) مکہ معظمہ
(۵) مفتی اعظم شام، مدفن مدینہ منورہ
(۶) خلف الرشید حضرت قطبِ مدینہ قدس سرہٗ، مدینہ منورہ

۷۔ شیخ محمد بن علوی بن عباس المالکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء[1]

۸۔ شیخ طریقت حضرت زکریا بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء[2]

۹۔ مولانا محمد عارف قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ[3]

۱۰۔ فضیلۃ الشیخ عباس بن علوی بن عباس الحسنی المالکی دامت برکاتہم[4]

۱۱۔ السید ابراہیم بن عبداللہ بن احمد خلیفہ مدظلہ العالی[5]

عراق:

۱۔ علامہ احمد بن داؤد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء[6]

۲۔ الشیخ ابراہیم بن مصطفیٰ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء[7]

۳۔ علامہ مفتی ابراہیم الدوبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء[8]

۴۔ شیخ علامہ کمال الدین عبدالحسن الطائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء[9]

۵۔ علامہ نوری عبدالحمید الملاحویش رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء[10]

---

① مکۂ مکرمہ

② مدینہ منورہ

③ مدینہ منورہ

④ مکۂ مکرمہ

⑤ الاحساء

⑥ بغداد

⑦ بغداد

⑧ بغداد

⑨ بغداد

⑩ الکرخ

۶۔ علامہ سیّد محمد سعید الخطیب الھیتمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء[۱]

۷۔ فضیلۃ الشیخ مفتی محمد صالح النفیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء[۲]

۸۔ فضیلۃ الشیخ علامہ عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء[۳]

ترکیا:

۱۔ علامہ مفتی احمد محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء

۲۔ علامہ محمد سامی افندی بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

سوریا:

۱۔ علامہ خطیب احمد بن محمد علی الدھر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء[۴]

۲۔ علامہ مفتی محمد سعید بن درویش الحمزاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء[۵]

۳۔ علامہ حسن مرزوق جنکۃ المیدانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء[۶]

۴۔ علامہ محمد ابو یسر بن محمد ابی الخیر عابدین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء[۷]

۵۔ علامہ انور محمد سلیم سلطان داغستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء[۸]

---

① ھیت
② بغداد
③ مدرس وخطیب حضرہ جیلانیہ، بغداد
④ دمشق
⑤ دمشق
⑥ دمشق
⑦ دمشق
⑧ دمشق

۶۔ علامہ محی الدین خالد ابو یحی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

۷۔ علامہ مفتی محمود قاسم بعیون الزلکوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء[1]

۸۔ علامہ سیّد فخر الدین ابراہیم الحسینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء[2]

۹۔ علامہ سیّد محمد صالح بن عبد اللہ الفرفور الکیلانی متوفی ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء[3]

۱۰۔ مفتی محمد غیاث بن احمد عز الدین البیانوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء[4]

۱۱۔ علامہ سیّد محمد ھبۃ اللہ ابو الفرج بن عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء[5]

۱۲۔ علامہ مفتی داؤد بن محمد الحمصی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء[6]

۱۳۔ علامہ محمد بدر الدین ابراہیم العلابیتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء[7]

۱۴۔ علامہ سیّدی محمد بشیر احمد حداد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء[8]

۱۵۔ علامہ رمضان عمر البوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء[9]

---

① دمشق
② دمشق
③ دمشق
④ حلب
⑤ دمشق
⑥ دمشق
⑦ دمشق
⑧ مدفون بقیع شریف، حلب
⑨ الخطیب الاعظم شام

۱۶۔ علامہ مفتی حنابلہ احمد صالح السامی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء[۱]

۱۷۔ شیخ محمد تیسیر بن توفیق المخزومی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء[۲]

۱۸۔ فضیلۃ الشیخ العلامہ عبدالوہاب الصلاحی حلبونی مدظلہ العالی[۳]

المغرب:

۱۔ مفتی احمد بن طاہر الحسینی مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء۔

۲۔ مفتی احمد بن عیاشی الخزرجی التیجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء۔

بیت المقدس:

۱۔ علامہ مفتی سیّدی سعید الدین العلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء۔

مصر:

۱۔ حافظ الحدیث علامہ محمد حافظ بن عبداللطیف تیجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء[۴]

۲۔ علامہ محمد مفتی نجم الدین بن محمد امین الکردی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء[۵]

۳۔ علامہ محمد نجم الدین بن محمد امین الکردی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء[۶]

ایران:

۱۔ شیخ محمد بن صالح ضیائی شہید رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵ء[۷]

---

(۱) دمشق
(۲) دمشق
(۳) دمشق
(۴) قاہرہ
(۵) قاہرہ
(۶) قاہرہ
(۷) فارس

افغانستان:

۱۔ علامہ مفتی اعجاز حسین اسدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء[۱]

۲۔ علامہ عبد اللطیف قادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء[۲]

۳۔ علامہ عبد الالہ قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء[۳]

۴۔ علامہ مفتی حبیب اللہ حسنی قادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء

برطانیہ:

۱۔ علامہ عبد الوہاب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء[۴]

جنوبی افریقہ:

۱۔ علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء[۵]

ترکستان:

۱۔ مفتی اعظم مبشر محمد الطرازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء۔

لیبیا:

۱۔ علامہ احمد بن مصطفیٰ العلوی الجزائری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء[۶]

---

۱ قندھار
۲ قندھار
۳ بغلان
۴ کونشری
۵ مدفن ماریشس، افریقہ، ڈربن
۶ مستغانم

۲۔ علامہ مفتی ابراہیم باکیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء[1]

۳۔ علامہ محمد ادریس ابن مہدی السنوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء۔

یمن:

۱۔ علامہ اسماعیل بن اسماعیل الزین بالفمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء۔

سوس:

۱۔ علامہ حسن بن محمد ابن بوجمعۃ البیصاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء۔

بھارت:

۱۔ علامہ ضیاء الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء[2]

۲۔ علامہ حشمت علی خاں لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء[3]

۳۔ علامہ محبوب علی رضوی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء[4]

۴۔ علامہ مولانا حبیب الرحمٰن عباسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء[5]

۵۔ مفتی رفاقت حسین کانپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء[6]

۶۔ مفتی محمد وجیہ الدین غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء[7]

---

① طرابلس
② پیلی بھیت
③ پیلی بھیت
④ بمبئی
⑤ دھام نگر، اڑیسہ
⑥ کانپور
⑦ پیلی بھیت

۷۔ مولانا سیّد محمد عبد الحق اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء[۱]

۸۔ مولانا مفتی محمد مشاہد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء[۲]

۹۔ حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء[۳]

۱۰۔ مولانا غلام آسی پیا حسنی جہانگیری ابو العلائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء[۴]

۱۱۔ حافظ شجاع الدین قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء[۵]

۱۲۔ علامہ ظفر احمد بدایونی مد ظلہ العالی[۶]

۱۳۔ مولانا مفتی محمد طیب رضوی مد ظلہ العالی[۷]

۱۴۔ مولانا حافظ قاری محمد احمد جہانگیر اعظمی مد ظلہ العالی[۸]

۱۵۔ مولانا محمد احمد کانپوری مد ظلہ العالی[۹]

۱۶۔ علامہ سیّد محمد مدنی میاں اشرفی مد ظلہ العالی[۱۰]

۱۷۔ مولانا قاری محمد امانت رسول رضوی مد ظلہ العالی[۱۱]

---

(۱) اعظم گڑھ
(۲) پیلی بھیت
(۳) جمشید پور بہار
(۴) برادرِ اکبر علامہ ارشد القادری، پوٹ ملک، ضلع رامپور
(۵) ضلع ہمیر پور، یوپی
(۶) داتا گنج۔ بدایوں
(۷) بمبئی
(۸) اعظم گڑھ
(۹) کانپور
(۱۰) کچھوچھہ شریف
(۱۱) پیلی بھیت

۱۸۔ مولانا سیّد محمد ہاشمی میاں اشرفی مدظلہ العالی[1]

۱۹۔ مولانا محمود احمد قادری مدظلہ العالی[2]

۲۰۔ علامہ عبدالحلیم رضوی اشرفی ضیائی مدظلہ العالی[3]

۲۱۔ علامہ سیّد قادر محی الدین قادری مدظلہ العالی[4]

۲۲۔ علامہ زہیر احمد زیدی قادری مدظلہ العالی[5]

۲۳۔ مولانا قمر رضا محمد عبدالسلام مدظلہ العالی[6]

۲۴۔ مفتی محمد اسلم رضوی مظفرپور مدظلہ العالی[7]

پاکستان:

۱۔ مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء[8]

۲۔ مولانا مفتی سیّد زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء[9]

۳۔ حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء[10]

---

① کچھوچھہ شریف
② کانپور
③ ناگپور
④ حیدآباد دکن
⑤ علی گڑھ
⑥ فتح پوری
⑦ بہار
⑧ لالہ موسیٰ
⑨ فیصل آباد
⑩ کراچی

۴۔ صوفی شاہ محمد فاروق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء①

۵۔ مولانا محمد سعید شبلی قادری حامدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء②

۶۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء③

۷۔ علامہ مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء④

۸۔ قطبِ لاہور مفتی عزیز احمد قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء⑤

۹۔ علامہ عبد المصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء⑥

۱۰۔ مولانا حافظ محمد احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء⑦

۱۱۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء⑧

۱۲۔ علامہ الحاج لطیف احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹۷ء⑨

۱۳۔ حکیم محمد موسیٰ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء⑩

---

① کراچی

② ساہیوال

③ کراچی

④ پیر جو گوٹھ، سندھ

⑤ لاہور

⑥ کراچی

⑦ فیصل آباد

⑧ شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور

⑨ کامونکی

⑩ لاہور

۱۴۔ علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء[1]

۱۵۔ علامہ مفتی غلام قادر کشمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء[2]

۱۶۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء[3]

۱۷۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء[4]

۱۸۔ مفتی محمد منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء[5]

۱۹۔ علامہ مفتی غلام سرور قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ[6]

۲۰۔ علامہ پروفیسر شاہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ[7]

۲۱۔ ابوالخیر محمد عبداللہ جان نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ[8]

۲۲۔ مولانا غلام رضا علوی مدظلہ العالی[9]

۲۴۔ مولانا الٰہی بخش قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ[10]

---

① اوکاڑہ

② کراچی

③ لاہور

④ کراچی

⑤ احمد پور شرقیہ

⑥ لاہور

⑦ کراچی

⑧ پشاور

⑨ راولپنڈی

⑩ لاہور

۲۵۔ علامہ محمد محفوظ الحق شاہ مدظلہ العالی①

۲۶۔ مولانا محمد عبد الخالق شاہ رحمۃ اللہ علیہ②

۲۷۔ مولانا ابو النصر محمد منظور احمد شاہ مدظلہ العالی③

۲۸۔ علامہ سیّد حسین الدین شاہ مدظلہ العالی④

۲۹۔ پیر سیّد محمد حسن جیلانی نوری گجراتی⑤

•....•....•....•

---

① بورے والہ

② بورے والہ

③ ساہیوال

④ راولپنڈی

⑤ لاہور

نوٹ: انجمن ضیاءِ طیبہ کے شعبے ضیائی دارالاشاعت کے تحت خلفائے قطبِ مدینہ سے متعلق "قطبِ مدینہ اور اُن کے خلفا" پر تفصیلی کتاب (دو مجلدات) اور "مشائخ قطبِ مدینہ" ان شاءاللہ جلد منظرِ عام پر لائی جائے گی۔

سفرِ آخرت:

حضرت سیّدی مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر وصال سے دو ماہ قبل کچھ عجیب کیفیت طاری تھی، کچھ ارشاد فرماتے تو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض اوقات آپ باربار اشارہ فرماتے کہ آیئے قبلہ من تشریف لایئے اور کبھی فرماتے میرے پاس مشائخ تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے لیے جگہ چھوڑ دو، ان کے لیے جگہ خالی کرو، ان کو بٹھاؤ مجھ سے بے ادبی ہو رہی ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ ہیں اور جملہ مشائخ ہیں، حضرت خضر علیہ السلام ہیں ان کے لیے جگہ خالی کر دو، پھر فرماتے: حضرت! مجھے معذور سمجھیں میں آپ حضرات کے لیے نقاہت کے باعث کھڑا نہیں ہو سکتا۔ آخری ایام میں آپ کو مدینہ منورہ کے ہسپتال میں لے جایا گیا۔ یہاں بھی آپ اپنے معمول کے مطابق میلاد شریف کا اہتمام کرتے رہے۔ ہسپتال کا عملہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپ جتنے دن ہسپتال میں رہے الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔

وصال سے دو دن پہلے سخت علیل ہوئے، کھانا اور باتیں کرنا چھوڑ دیں تھیں، ۳/ ذوالحجہ رات کو طبیعت کچھ بحال ہوئی اور کچھ گفتگو فرمائی۔ رات آرام سے گزری ۴/ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ بمطابق ۲/ اکتوبر ۱۹۸۱ء صبح کو طبیعت کچھ بحال ہوئی تو دودھ پینے کے لیے کہا گیا، حضرت نے پہلے انکار فرمایا، لیکن جب احباب نے اس میں شہد ملایا اور کہا "صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ وَاشْرَبُوا الْحَلِیْبَ" یہ سن کر حضرت کچھ دیر ہونٹ ہلاتے رہے پھر ایک گلاس دودھ نوش فرمایا۔ تقریباً بارہ

بجے دن حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ جیلانیہ کے خطیب شیخ صبیح دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے، حضرت سے ملاقات کرنے والے یہ آخری شخص ہیں، چند لمحے بعد جمعہ کی اذان کے لیے مؤذّن نے اللہ اکبر کہا اور حضرت مدنی قدس سرّہٗ نے کلمۂ شریف پڑھ کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپ کے وصال کی خبر مدینۂ منورہ، پاک و ہند اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں تیزی سے پھیل گئی، جو کہ حج سے پہلے مدینۂ منورہ آئے ہوئے تھے۔ بعدِ نمازِ عصر آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل میں حضرت مدنی کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن مدنی مدظلہ، حضرت کے خادم ابوالقاسم میمن مہاجر مدنی، قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) مولانا ریحان رضا بریلوی[1]، مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ[2]، علامہ اشرف القادری (یونان) جناب حنیف بھائی،

---

① علامہ ریحان رضا خان رحمانی میاں ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کو خواجہ قطب بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں ہوئی پھر والد ماجد کے حکم پر لائل پور (فیصل آباد) جامعہ منظر اسلام میں محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحصیل علوم فرمایا۔ اپنے جد امجد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء کو وفات پائی۔

② علامہ مفتی نور اللہ بصیر پوری ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء کو آپ دارالعلوم حزب الاحناف سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ میں خواجہ محمد سعد اللہ کی دعوت پر بصیر پور تشریف لائے اور تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ۱۹۴۲ء کے موقع پر مولانا سید ابوالبرکات کے مشورے پر صدرالافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء کو جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان آپ نے اس دار فانی سے راہ آخرت اختیار کی۔

عبد القیوم، اقبال سلیمان، اقبال صوفی، ڈاکٹر محمد عاشق فیضوی، سیّد کاظم اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔

بعد ازاں حلقۂ قادریہ مدینۂ منورہ کے احباب وغیرہم نے کفن پہنایا، سر کے نیچے خاکِ حجرہ شریف، غلافِ روضۂ مطہرہ، غسالۂ قبرِ اطہر، حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کی تربتِ مبارک کے غلاف کا ٹکڑا، اور مختلف عطر اور پھول ڈالے گئے۔ پھر کفن شریف باندھا گیا، بعدِ نمازِ عصر درود و سلام اور قصیدۂ بردہ شریف کی گونج میں جنازہ اٹھایا گیا، مسجدِ نبوی شریف میں بابِ رحمت سے داخلہ ہوا، محرابِ نبوی میں منبر شریف کے قریب جنازہ روکا گیا، فضیلۃ الشیخ علامہ مفتی محمد علی مراد شامی دامت برکاتہم العالیہ خلیفۂ مجاز حضرت مدنی قدس سرہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی پھر دعا ہوئی، اس کے بعد تین منٹ تک آپ کا جنازہ مواجہہ شریف میں روکا گیا۔ آپ کی میت و چارپائی پر اس وقت وجدانی حرکت و کیفیت کا مشاہدہ کیا گیا، اتنی ہی دیر میں حضور ﷺ کے قدومِ مبارک میں جنازہ رکھا گیا۔ سوگواروں کے عظیم ہجوم کے ساتھ جنازہ بابِ جبریل سے باہر لایا گیا۔ ازدہام کی یہ کیفیت تھی کہ بابِ عمر سے بیسیوں آدمی زخمی ہو کر گرے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

بلند آواز سے کلمۂ طیّبہ کا ذکر ہو رہا تھا، کچھ لوگ امام بوصیری کا قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے تھے کچھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مشہور نذرانۂ عقیدت

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگوں کی زبان پر اعلیٰ حضرت کی مشہور نعت تھی:

"کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود"

مولانا فضل الرحمٰن مدنی مدظلہ اور تمام احبابِ جنازہ کے ساتھ جنّت البقیع میں داخل ہوگئے، مولانا فضل الرحمٰن نے خود قبر میں کھڑے ہو کر حضرت مدنی قدس سرہ کو لحد میں اتارا، سب ہی احباب نے آپ کی مدد کی، تمام اینٹیں درود شریف پڑھتے ہوئے لگائی گئیں۔ تدفین کے بعد حضرت کے ایک خادم نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اذان کہی، نمازِ جنازہ میں انڈونیشیا، الجزائر، ترکی، مصر، شام، مدینۂ منورہ، پاکستان، بھارت و جزائرِ عرب و امصارِ عجم کے علما و افاضل و عامۃ الناس شریک ہوئے۔

تدفین کے دوسرے دن حضرت مدنی قدس سرہٗ کی قیام گاہ پر محفلِ میلاد کے بعد صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن القادری مدنی مدظلہ کی دستار بندی ہوئی۔ دستار بندی تمام علماء و مشائخ کی موجودگی میں حضرت علامہ شیخ محمد علی مراد حنفی شامی مدظلہ اور مولانا ریحان رضا خاں (بریلی شریف) نے کرائی۔ تیسرے دن ختمِ قل شریف ہوا، جس میں مدینۂ طیبہ کے تمام اہلِ سنّت حضرات نے شرکت کی، بعد میں کئی دن تک سعودی عرب اور مدینۂ منورہ کے سرکاری حکام تعزیت کے لیے آتے رہے۔ حضرت کی آخری آرام گاہ ان کے حسبِ منشا جنّت البقیع میں قبۂ اہلِ بیت میں جناب سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مزارِ اقدس سے

صرف دو گز کے فاصلے پر ایک اونچی جگہ پر جہاں سے گنبدِ خضرا شریف کے درمیان کوئی آڑ نہیں بنی ہے۔

قطبِ مدینہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی قدس سرہٗ، پون صدی تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم اس آرزو میں زندگی بسر کردی کہ مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کی خاکِ پاک نصیب ہو جائے اور بالآخر انہوں نے یہ مقدس آرزو پالی ؎

خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاک طیبہ اچھی، اپنی زندگی اچھی نہیں

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں وقار کے ساتھ رہا ہوں اور وقار کے ساتھ جاؤں گا، ہر روز عشا کی نماز کے بعد آپ کے ہاں محفلِ میلاد منعقد ہوتی تھی، جس میں خصوصی طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کا کلام پڑھا جاتا تھا اور جب نعت خواں اشارہ قریب سے "ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں" پڑھتے تو کیف و سرور کا عجیب عالم ہوتا۔

الحمدللہ! گنبدِ خضرا کے سائے میں بابِ مجیدی کے پاس جب تک آستانہ قائم رہا محفل جمتی رہی، جس کی سرپرستی حضرت کے فرزندِ ارجمند مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اور حسبِ سابق آخر میں دعا کے بعد تمام حاضرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا تھا، وہاں صلوٰۃ و سلام بیٹھ کر پڑھا جاتا تھا، آخری شعر یہ ہوتا تھا:

یعنی وہ اعلیٰ حضرت بریلی کے شاہ
جن کی بابِ مجیدی میں چمکی ضیا
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

حضرت شیخ علامہ ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا عرس ۲۲، ستمبر ۱۹۸۲ء کو جبلِ اُحُد کے متّصل حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کے دامن میں دانیا ہال میں منعقد ہوا۔[1]

❁❁❁

---

[1] مکتوب ملک شیر زمان خان، تنزیل مدینۂ منورہ۔
ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" (بریلی)، ش جنوری ۱۹۸۲ء۔

ضمیمہ ۱۔ حضرت علامہ محمد بدر الدین بن یوسف بن عبد الرحمٰن المغربی المراکشی ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دمشق میں تعلیم حاصل کی اور بخاری و مسلم کو اسانید کے ساتھ حفظ کیا۔ بیس ہزار اشعار علوم و فنون کی کتب سے حفظ کیے پھر درس و تدریس اور عبادت و ریاضت کے لیے الگ تھلگ ہو گئے۔ تالیف و تصنیف اور فتاویٰ صادر کرنے کی طرف راغب نہ تھے۔ آپ کے دو رسالوں (سند صحیح بخاری اور شرح قصیدہ غرامی، جبکہ الدّرر البهية فی شرح المنظومة البقونية مخطوط کی صورت میں موجود ہے) کے علاوہ کسی مطبوعہ تصنیف کا علم نہیں۔ سیّدی قطبِ مدینہ کو آپ سے خلافت و اجازت ۱۳۳۷ھ میں حاصل ہوئی۔ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۹ء کو دمشق میں وصال ہوا۔

ضمیمہ ۲۔ علامہ شیخ سیّد احمد / محمد بن علی الحریری المدنی المالکی ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیّدی قطبِ مدینہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ایک عرصہ علمی اور روحانی استفادہ فرمایا، سلسلۂ عالیہ قادریہ میں مجاز و ماذون ہوئے۔ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ میں وصال فرمایا۔

قطب مدینہ سیدی ضیاء الدین مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال پر مشتمل انجمن ضیاء طیبہ کی چند مطبوعات وزیر تدوین کُتب

فضيلة الشيخ القطب الإمام ضياء الدين المدني

الشيخ عبد الحكيم شرف القادري

قطب مدینہ اور ان کے خلفاء (دو جلد)

قطب مدینہ اور ان کے مشائخ

گلشن رضویہ کے دو پھول